قسط نمبر 6

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

دلشاد بانو کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح سائرہ فائز کو شرمیلا کے لیے تیار کرے جبکہ دوسری طرف کرنل ابرار خان نکاح کی تاریخ بھی طے کر دیتے ہیں۔ ایسے میں سائرہ بیگم ازحد تفکر کا شکار ہوتی ہیں اور نہایت بے دلی سے شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ دلشاد بانو سائرہ اور فائز کو اپنے گھر بلاتی ہیں اور فائز کو جذباتی بلیک میلنگ کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں کہ شرمیل ہر لحاظ سے اس کے لیے بہترین ہے جبکہ اپنی نانی سے یہ تمام باتیں سن کر فائز بے حد رنجیدہ ہوتا ہے اور اس کا دل انجانے خدشات میں گھر جاتا ہے۔ ریحانہ بیگم بھی بیٹی کی خوشی کی خاطر شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتی ہیں لیکن سائرہ بیگم کے بگڑے تیور انہیں پریشانی میں مبتلا کیے دیتے ہیں جب ہی وہ بہزاد خان سے الجھ پڑتی ہیں انہیں ایسا لگتا ہے کہ اس خاندان کو جوڑنے کی خاطر ان کی بیٹی سفینہ کا مستقبل داؤ پر لگایا جا رہا ہے ایسے میں بہزاد خان ان کی کیفیت کو سمجھتے نرمی سے انہیں قائل کر لیتے ہیں سفینہ بھی فائز کے بدلتے رویوں کے پیش نظر انجانے خوف کا شکار نظر آتی ہے اسے فائز کی یہ اعتنائی شدید کرب میں مبتلا کیے دیتی ہے۔ کرنل ابرار خان ماضی کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر اپنی شریک حیات سکینہ کی کمی ہر موڑ پر محسوس کرتے ہیں جب ہی اپنی مرحوم بیگم کی خواہش کی تکمیل کرتے وہ جلد از جلد فائز اور سفینہ کے نکاح کے خواہش مند ہوتے ہیں ایسے میں ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے لیکن بروقت طبی امداد ملنے پر وہ کافی حد تک سنبھل جاتے ہیں سفینہ اور فائز ان کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھتے ہیں جب ہی وہ سفینہ کو اپنے کمرے میں بلا کر نئے رشتے کے اتار چڑھاؤ سے آگاہ کرتے اپنے دل کی بہت سی باتیں اس سے شیئر کرتے ہیں۔ گھر میں جہاں نکاح کی تیاریاں عروج پر ہوتی ہیں وہیں کرنل ابرار خان سب طرف سے بے فکر ہو کر اپنے دائمی سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

آسمان پر سیاہ بادل منڈلا رہے تھے، جس سے زمین پر قدرے دھندلا پن پیدا ہو گیا تھا، ہوا میں خنکی کی لہر دوڑنے سے فضاء میں ایک خوش کن اور دلربا سی تبدیلی واقع ہو گئی تھی' سفینہ خود کو ہرے بھرے باغ میں شفاف پانی سے بھرے ایک حوض کے کنارے بیٹھا دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتی ہے، تھوڑی دیر بعد ہنس جیسی گردن اٹھائے، برجستہ نگاہوں سے اس جگہ کا جائزہ لیا، ناک میں بھینی بھینی مہک سمائی، کیاریوں میں گنگناتے، لہراتے پودوں کے رنگین پھولوں کی مہک نے خوشبوؤں کا دریچہ کھول دیا، ٹھنڈی ٹھنڈی معطر ہواؤں نے اس کی آنکھوں کو بوجھل کر دیا۔

اسے خیال آیا کہ کچھ ہی گھنٹے تو بچے ہیں، جس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے فائز جلال کی ہو جائے گی، وجود میں شرم وحیا کے رنگ اترنے لگے، اس نے نگاہیں گھما کر کونے میں نصب بڑے سے سنہری آئینے میں اپنا عکس دیکھا اور مبہوت رہ گئی، دلکش خدوخال کو ملن کے جھلملاتے چمک دار رنگوں نے اسے اپنی اوٹ میں لے کر نیا حسن بخشا تھا، وہ جھجکی۔ مڑ کر

دوسری طرف دیکھا تو نگاہ گلاب کی کیاری میں کھلے بڑے سے چمک دار سرخ گلاب پر جا ٹھہری ایک سحر میں مبتلا ہو کر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور معمول کی طرح گلاب کے پودے کے پاس جا کر اپنا ہاتھ بڑھایا، پھول کی نرمی چھونے کے لیے انگلیاں بے قرار ہوئیں۔

''آؤچ......'' کانٹے کی چبھن نازک انگلی میں سرائیت کر گئی، جھکا ہوا خوشنما سر اٹھایا تو حیرت زدہ رہ گئی اچانک باغ کا منظر بدل چکا تھا، گلاب کا پودا خزاں زدہ تھا، چاروں جانب ببول کے کانٹے پھیلنے لگے۔ پلک جھپکتے میں، بہار رخصت ہوئی اور خزاؤں نے اپنا ڈیرہ جمالیا، وہ پریشان ہو کر حوض کے پاس گئی تو اس کا پانی سوکھ چکا تھا۔ مشرق سے ہوا کا بگولہ سا اڑا، جس کے چکر میں گھومتے سوکھے پتے سفینہ کے وجود کو اپنے گھیرے میں لینے لگے، خوف کا احساس کرنٹ کی طرح اس کی رگوں میں دوڑنے لگا اور وہ متوحش انداز میں خود کو سنبھالتی وہاں سے بھاگتی ہوئی لکڑی کے بڑے سے دروازے کے پاس پہنچی، ایک بار پیچھے دیکھا تو خشک پتوں کا بگولا اس کے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ سفینہ نے جلدی سے باغ کا دروازہ عبور کیا اور سنسان سڑک پر پیچھے دیکھے بناء دوڑنا شروع کر دیا۔ اچانک بادل گرج اٹھے، ان کی گڑگڑاہٹ کان پھاڑنے لگی، بجلیاں کڑکتی ہوئی اس کے اوپر لپکیں۔ اس نے سر پر دونوں بازوؤں کو پھیلا کر اپنے آپ کو بچانا چاہا، ایک دم اندھیرا چھا گیا۔ یوں لگا جیسے، شام دکھوں میں ڈوب گئی ہو، سسکتی ہوائیں کان پھاڑنے لگیں، پرندے قطار در قطار پرواز کرتے ہوئے اپنے ٹھکانوں پر پہنچنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ اس نے پروں کی پھڑپھڑاہٹ بھی سنی، مگر رکی نہیں گہری تاریکی میں ہاتھ پیر مارتی ایک بند گلی کے سامنے آ کھڑی ہوئی، جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دیا، وہ بری طرح تھک گئی۔ بوجھل کیفیت نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

''اس جگہ سے نکلنے کا کوئی راستہ ہوگا بھی یا نہیں؟'' سفینہ نے تھک کر زمین پر بیٹھتے ہوئے سوچا۔ سست لمحے رینگ رینگ کر گزر رہے تھے۔ اچانک کانوں میں آہ وزاریاں گونج اٹھیں، وہ کانوں پر ہاتھ رکھتی گھٹنوں کے بل جھک گئی اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ چونک کر نیند سے جاگ گئی۔ چند لمحوں تک اس عجیب سے خواب کے زیر اثر رہی پھر گردن گھما کر دیکھا تو خود کو ہلکے نیلے رنگ سے سجے روم میں پایا۔ اسے سب کچھ یاد آنے لگا۔

❁......❁......❁

''افوہ یہ برائڈ بننا بھی کتنا تھکا دینے والا عمل ہوتا ہے۔'' سنبل نے آرام سے ٹی وی دیکھتی بہن سے منہ بنا کر کہا۔

''اوئے تمہاری شادی میں ابھی بہت ٹائم ہے۔ ابھی سے کیوں ہلکان ہونے لگی ہو۔'' ثوبیہ نے صوفے پر پاؤں اوپر رکھتے ہوئے بہن کو چڑایا۔

''اللہ معافی مجھے تو ویٹنگ روم میں بیٹھ کر سفی آپی کے تیار ہونے کا انتظار کرنا ہے۔ بہت ہی بورنگ کام لگ رہا ہے۔'' اس نے ثوبیہ کو زور سے ٹھوکا مارتے ہوئے مسکرا کر ہاتھ جوڑے۔

''یہ تو ہے...... دلہن تو تیاری میں مصروف ہو جاتی ہے مگر ساتھ آنے والی سہیلیوں یا کزنز وغیرہ کے لیے اتنی دیر ایک جگہ جم کر بیٹھنا کافی صبر آزما کام ہوتا ہے۔'' ثوبیہ نے سر ہلا کر تائید کی اور گلاس وال کے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کی جہاں سفینہ کو لے جایا گیا تھا۔

''لیکن ثوبی آپی اتنی سوئیٹ ہیں کہ ان کے لیے یہ فضول کام بھی کرنا قبول ہے۔'' سنبل نے پیکٹ میں سے مٹھی بھر کر چپس نکالے اور کچر کچر کھاتے ہوئے بہن کی طرف دیکھا۔

''یہ بات تو سچ ہے سفی بہت اچھی ہیں۔ ویسے بھی انہوں نے ہمیشہ ہمارا اتنا خیال رکھا ہے کہ کچھ گھنٹوں کے انتظار کی کوفت برداشت کرنا قابل برداشت ہے۔'' ثوبیہ نے اپنی بیزاریت پر شرمندگی محسوس کرتے ہوئے اعتراف کیا اور بہن

کے ہاتھ سے فل سائز والا چپس کا پیکٹ چھینا۔

''اب ان کی کوئی سگی بہن تو ہے نہیں اس لیے یہ ہمارا فرض بنتا تھا نا۔'' سنبل نے مسکرا کر چپس کا پیکٹ اپنے پیچھے چھپاتے ہوئے کہا تو ثوبیہ نے اظہار ناراضگی کے طور پر جواب دینے کی جگہ ٹی وی کی جانب منہ پھیرلیا۔

ان لوگوں نے بیوٹی سینٹر میں آتے ہوئے سفینہ کو راستے میں بہت تنگ کیا اور یہاں بیٹھ کر انتظار کرنے کے بدلے میں بطور رشوت بہت سارے چپس کے پیکٹ، کولڈ ڈرنک کی ایک بڑی والی بوتل، جوس، ببل گم اس کے پرس میں سے پیسے نکال کر خریدیں۔

''ویسے ایک بات تو بتاؤ کیا سفی کی تائی اماں کا جلاپا نکاح کے بعد بھی جاری رہے گا؟'' تھوڑی دیر بعد سنبل کی کھوجی طبیعت کو تشویش لاحق ہوئی۔

''نکاح کے بولوں سے شاید فائز بھائی اور سفینہ آپی کی محبت کو استحکام حاصل ہوجائے مگر وہ کیا کہتے ہیں کہ چور چوری سے جائے، ہیرا پھیری سے نہیں دیکھنا سائرہ تائی پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا۔ وہ ان دونوں کے ہر معاملے میں پہلے سے زیادہ ٹانگ اڑائیں گی۔'' ثوبیہ نے کچھ سوچتے ہوئے بڑی قطعیت سے اپنا بے باک تجزیہ پیش کیا۔

''یہ تم ہر بات میں میری نقل کیوں کرتی ہو؟'' سنبل نے بہن کو ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھا۔

''اوئے میں نے کیا کیا؟'' ثوبیہ جو ببل گم سے غبارہ پھلا رہی تھی، سنبل کے انداز پر اچھل پڑی۔

''سائرہ تائی کے بارے میں جیسا میں سوچتی ہوں ویسا ہی تم بھی سوچتی ہو ایسا کیوں؟'' سنبل نے زبردستی اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے آنکھیں مٹکائیں۔

''ہاہاہا...... یہ تو ہے آپس کی بات ہے۔ شاید سفی یہاں تک کہ فائز بھائی بھی ایسا ہی سوچتے ہوں گے۔'' ثوبیہ شگفتگی سے کھلکھلائی۔

''اف یہ پارلر والے مزید کتنی دیر لگائیں گے۔ مجھے ابھی گھر جا کر اپنے بال اسٹریٹ کرنے ہیں۔'' سنبل نے تھوڑی دیر بعد بے چینی سے پیر زمین پر مارتے ہوئے زور سے خود کلامی کی۔

''کوئی نہیں تم کوئی ہیر اسٹائل بنانا۔ میں نے آج میکسی پہننی ہے جس پر کھلے بال سوٹ کریں گے۔ میں بالوں کو اسٹریٹ کروں گی۔'' ثوبیہ نے انگلی اٹھا کر دوٹوک انداز میں اسے جواب دیا۔

''نہ تم نہیں میں اوکے۔ ویسے بھی سونیا کہتی ہے کہ میرے بال اسٹریٹ ہو کر مزید حسین لگتے ہیں اس لیے تم کوئی اور ہیئر اسٹائل بنالینا اور سنو میری نقل تو بالکل نہیں کرنا۔'' سنبل ٹھنکی اور منہ بگاڑ کر کہا۔

''اب یہ سونیا کون ہے؟'' ثوبیہ سوچ میں پڑ گئی۔

''بھول گئیں۔ وہ ہی جو روزانہ مجھ سے کینٹین میں ملنے آتی ہے اور بڑے اصرار سے سموسے بھی کھلاتی ہے۔'' سنبل نے کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے یاد دلایا۔

''لو بھئی وہ والی فین جس کے اپنے بالوں میں جیسے بم پھٹا ہوتا ہے توبہ...... توبہ ان کی رائے کون سی مستند ٹھہری۔'' ثوبیہ نے طنزیہ انداز میں مذاق اڑایا تو دونوں بہنوں میں اس بات پر بحث چھڑ گئی۔

***

''کیا ہوا میم! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' عیناں نور نے سفینہ کے پسینہ پسینہ ہوتے وجود اور ہونٹوں سے نکلنے والی چیخ پر چونک کر دیکھا وہ دس منٹ بعد فیشل روم میں گیلا اسفنج لے کر آئی تا کہ اپنی کلائنٹ کا چہرہ صاف کرسکے۔

''کیا میں سوگئی تھی؟'' سفینہ کے ذہن پر ایک غبار سا چھایا، اس نے کھوئی کھوئی نظروں سے اپنے سامنے کھڑی مشہور

زمانہ میک اپ آرٹسٹ عیناں نور کو دیکھا۔

"میم! اس اروما فیشل کی خاص بات یہ ہے کہ ہمارا کلائنٹ خود کو بہت پرسکون محسوس کرتا ہے، آپ بھی شاید تھوڑی دیر کے لیے نیند کی وادیوں میں چلی گئی تھیں۔" عیناں نور نے جھک کر پیشہ ورانہ انداز میں اس کے چہرے کو صاف کرتے ہوئے مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر بتایا۔

"اچھا......!" سفینہ نے توقع کے برعکس بہت لائٹ انداز میں سراہا تو عیناں نے چونک کر اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا۔

"اب آپ کو میک اپ کے بعد مزید بہتر محسوس ہوگا۔" عیناں نے اس کے گال نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

عیناں نے سفینہ کی چمکتی دمکتی بے شکن جلد کا نگاہوں سے بغور معائنہ کیا جس پر اروما تھراپی کے بعد چار چاند سے لگ گئے تھے اور مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔ وہ اپنے کام سے جنون کی حد تک لگاؤ رکھتی تھی، جب تک خود مطمئن نہ ہو جاتی میک اپ مکمل نہیں کرتی۔ چاہے گھڑی کی سوئیاں دیے ہوئے ٹائم سے اوپر بھی چلی جائیں۔ ایسی محنت اور آرٹسٹک اپروچ کی وجہ سے امیر زادیاں اس کے نخرے برداشت کرنے پر مجبور تھیں۔ تقریب سے کئی مہینوں قبل ہی اپائمنٹ لے لیے جاتے مگر سفینہ کے معاملے میں یہ بات الٹی ثابت ہوئی۔ اسے اتفاق سے آف سیزن ہونے کی وجہ سے ایک ہفتے میں ہی ڈیٹ مل گئی، عیناں نور نے بڑی بے نیاز سی دکھائی دینے والی اس لڑکی کا میک اپ خود کرنے کا فیصلہ کیا۔

"بڑی پیاری لڑکی ہے۔" عیناں نے چیئر کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کے گھنے بالوں سے بینڈ نکالتے ہوئے دل ہی دل میں اعتراف کیا۔

"آؤچ......" بال کھنچنے پر سفینہ کے منہ سے نکلا اور بے اختیار ہاتھ سر کی پچھلی جانب گیا۔ عیناں ایک دم محتاط انداز میں بالوں میں برش پھیرنے لگی۔

"کتنا خوش نصیب انسان ہوگا جس سے آج اس لڑکی کا نصیب جڑنے جا رہا ہے۔" عیناں کی نگاہیں بھٹک کر سامنے دیوار پر آویزاں بڑے سے آئینہ سے جھلکتے سفینہ کے عکس سے الجھیں۔ وہ مبہوت رہ گئی، دلکش چہرے پر پھیلی چمک، نیند سے جاگی بوجھل سنہری آنکھیں، بے قراری سے لرزتی نوکیلی پلکیں، باہم پیوست، گلابی گیلے لب اور سنہرے ماتھے پر پھیلی تفکر بھری سلوٹ، کلائنٹ کے ایک ایک نقش نے جیسے اسے اپنا گرویدہ بنا لیا۔

"میں پتا نہیں کیوں اس پیاری سی لڑکی سے اتنا اٹیچ ہو رہی ہوں۔" عینا نے اپنے اسٹائلش بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے مسکرا کر سوچا۔

❁......❁......❁

"آئی ایم سوری مگر ہاسپٹل جانے کا کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ محلے کا ڈاکٹر اشفاق، جسے فائز بھاگ کر گھر لے آیا تھا، ابرار خان کے ساکت وجود کا معائنہ کرنے کے بعد جھجکتے ہوئے بولا اور ان سب کے اترے ہوئے چہروں پر ترحم آمیز نگاہ ڈالی اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خوشیوں کے اس گھر میں کیسے یہ اندوہناک خبر دے۔

"ڈاکٹر پلیز پوری بات بتا دیں۔ دادا ابا......؟" فائز نے بے چینی سے ہونٹ کاٹے' وہ تھوڑی دیر میں ہی پژمردہ سا دکھائی دے رہا تھا۔

"وہ...... بڑے صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے۔" ڈاکٹر نے رک رک کر یہ خبر دی اور سر جھکا لیا۔

"نہیں......" فائز کے ناقابل برداشت' خوف ناک اور بدترین خدشوں کی تصدیق ہو گئی، اس نے ایک چیخ ماری۔ اس کا دل پھٹنے لگا، وہ بے قرار سینے کو سہلاتا لڑکھڑا کر رہ گیا۔

"بابا جان!" جلال خان کی برداشت جواب دے گئی اور وہ باپ کی میت کے پاس زمین پر گر سے گئے، بہزاد خان

نے مٹھیاں بند کرتے ہوئے برداشت سے کام لیا پھر کچھ سوچ کر بھائی سے لپٹ گئے۔

عیناں نور کا کام ہی چہروں کے نقوش سے کھیلنا، گہرا مشاہدہ کرنا اور ان سے محبت کرنا ٹھہرا۔ اس کی کوشش ہوتی کہ وہ عام سی صورت کو بھی چاند جیسا روپ دے کر منفرد انداز میں پیش کرے۔ اسی لیے وہ چہرے کو کینوس سمجھ کر اپنے میک اپ برش کے اسٹروک یوں لگاتی کہ سوکھے لب پھولوں کی پنکھڑی، آنکھیں تیر اور بھنویں کمان کی شکل میں دیکھنے والوں کو مسحور کردیتی، وہ اس پوش علاقے کی سب سے مشہور اور مستند بیوٹی سینٹر کی اونر ہونے کے ساتھ ساتھ میک اپ آرٹسٹ بھی تھی۔

سالوں سے کئی عام ناک نقشہ والی صورتیں اس کے ہاتھوں کے ہنر سے فائدہ اٹھانے کے بعد پریوں کا روپ دھارے، سج سنور کر ہونٹوں پر شرمیلی مسکان سجائے یہاں سے خوش خوش لوٹیں کیا ہوا جو میرا گھر آباد نہ ہوسکا مگر میرے کام کی بدولت کتنی دلہنیں اس اہم فریضے کے لیے تیار ہوکر یہاں سے جاتیں ہیں۔'' اپنی کامیابیوں کے بارے میں سوچ کر ہی اس کے وجود میں سکون پھیلتا چلا گیا۔

سفینہ کو دیکھتے ہوئے اسے آج بہت ساری باتیں یاد آنے لگیں، کبھی ایسا ہی بھول پن اس کے چہرے کا بھی خاصہ ہوتا تھا، جب وہ اس فیلڈ میں نئی نئی آئی تھی تو، ڈری سہمی سی رہتی سب سے بڑے ادب وآداب اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتی، اپنے کلائنٹ سے مرعوب ہوکر، نرمی سے پیش آتی، مگر گزرتے وقت نے ثابت کردیا، یہ دنیا جھکنے والے کو کمزور سمجھ کر سر پر بیٹھ کرنا چاہتی ہے، لوگوں نے بھی اس کی نرم طبعی کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ کئی امیر زادیاں جھاڑ کا کانٹا بن کر اس کے پیچھے پڑ جاتیں، بداخلاقی کا مظاہرہ ہوتا اور کچھ سینئرز بھی پارلر میں بڑھتی ہوئی مقبولیت سے چڑ کر اسے آگے بڑھنے سے روکنے پر کمربستہ ہوگئیں۔ مالکان کے کان بھرے جانے لگے اور وہ دنیا کی سنگ دلی پر تھرا اٹھی۔

عائشہ نور، اپنے گھر کی واحد کفیل تھی۔ اپنے ابا نور علی کے ٹریفک حادثے میں اچانک موت نے جیسے اس کی زندگی کی ساری خوشیاں اور چین وسکون چھین لیا تھا، چھ بھائی بہنوں کی کفالت اس کے نازک کاندھوں پر آگئی۔ باپ کی زندگی میں جو کام شوقیہ سیکھا تھا، اسی کو باعزت طریقے سے روزی کمانے کا ذریعہ بنا کر زندگی کی گاڑی کھینچنا شروع کردیا۔ اس کا آرٹسٹک انداز خدا کی دین تھا، جو اس فیلڈ میں ایک نعمت ثابت ہوا، اس نے اپنے کام کو مکمل سنجیدگی سے لیا اور جلد ہی ترقی کرتی ہوئی شہر کے سب سے مشہور پارلر تک جا پہنچی، اس پارلر کی مالکن جنہیں سب آپی پکارتے تھے اس کم عمر اور معصوم سی عائشہ کو دیکھ کر جانے کیا سوجھی اس کے نام کو جدت دینے کے لیے عائشہ سے عیناں کردیا اور یہ ہی نام بعد میں اس کی پہچان بن گیا۔ عیناں بننے کے بعد وہ تندہی سے اپنے کام میں جت گئی، گھر کا چولہا جلنے لگا تو ماں کے چہرے پر آسودگی چھاگئی، یہ جانے بناء کے لوگوں کے خراب اور ہتک آمیز رویے نے اس کی نازک اندام عائشہ کے دل پر ان گنت خراشیں ڈال دی ہیں۔ وہ اس دن تو سب سے ہی مایوس ہوگئی۔ جب پارلر کی ریگولر کلائنٹ اور بڑے صاحب کی بیگم نے اس پر اپنا قیمتی موبائل فون چوری ہونے کا الزام عائد کیا۔ اس دن بدقسمتی سے عیناں ہی ان کو سروسز دے رہی تھی، اسی لیے سب سے زیادہ شک کے زمرے میں آئی۔ یہ بات سن کر وہ ہک دک رہ گئی اور رونے لگی، اس کی ساری ساتھی لڑکیاں بڑی بیگم کو خوش کرنے میں مصروف ہوگئیں، کسی نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا، اس کی بے گناہی کے لیے آواز نہیں اٹھائی، بہرحال پارلر کی اونر آپی کو کال کیا گیا، انہوں نے ساری بات سنتے ہی جم کر عیناں کا مقدمہ لڑا اور پہلا کام یہ کیا کہ باہر کا گیٹ بند کروا کر سارے اسٹاف کو سیل فون ڈھونڈنے پر لگا دیا۔ دوسرا کام سرد پڑتی عیناں کا ہاتھ تھام کر نرم صوفے پر بٹھا کر تسلی

دینے کا کیا۔

بڑی بیگم کینہ توز نگاہوں سے عیناں کو دیکھتے ہوئے اس وقت تک بڑبڑاتی رہیں، جب تک واش روم کے بیسن پر رکھا، ان کا فون نہیں مل گیا، جو وہاں بھول آئی تھیں۔ انہوں نے رسما سوری کہا اور وہاں سے چل دیں مگر عیناں سے سر ہی نہیں اٹھایا گیا، وہ یہ ہی بات سوچ سوچ کر ہلکان ہوتی رہی کہ اگر سیل فون نہیں ملتا یا نچلے اسٹاف کی نیت بدل جاتی اور وہ اسے رکھ لیتے تو پھر وہ اس الزام کا دفاع کیسے کرتی۔

گھر آ کر بھی وہ اپنا کمرہ بند کر کے خوب روئی، چلائی، اس کے بعد آنسو پونچھے اور ایک فیصلہ کر کے اپنی فیلڈ میں واپس لوٹی۔ اب عیناں کی روش بدل چکی تھی، چہرے پر سختی، ہونٹوں پر قفل چڑھا کر اس نے اپنے ہاتھوں کی مہارت سے کام لیا اور خود کو منوالیا، ساتھ ساتھ بیرون ملک جا کر ہیئر، اسکن، اینڈ بیوٹی کے کئی قسم کے شارٹ کورسز بھی کیے، جس سے اس کے کام میں مزید نکھار پیدا ہوا کیوں کہ وہ اپنے کام میں ماہر اور مکمل پروفیشنل کا روپ اختیار کر چکی تھی۔ اسی لیے لوگوں کو چکنی چپڑی باتوں سے رام کرنے کی جگہ اس نے اپنے کام سے دلوں میں مقام بنایا۔ اس کی کامیابی میں صرف، ایک گر کام آیا کہ اپنے وضع کردہ اصولوں پر سختی سے خود بھی عمل پیرا ہوتی اور سامنے والے کو بھی انہیں توڑنے کا موقع نہیں دیتی۔ اس لیے اس کا کوئی بھی کلائنٹ خواہش کے باوجود ایک حد سے آگے نہیں بڑھ پاتا۔ وہ حد بھی عیناں کی اپنی متعین کردہ ہوتیں۔

❁ .... ❁ .... ❁

ابرار خان کمرے کے باہر جمع گھر کے دوسرے افراد اندر کا حال جاننے کو بے تاب تھے۔ ڈاکٹر کے جاتے ہی سب کو ابرار خان کے دنیا سے چلے جانے کا پتا چل گیا۔ یہ خبر نہیں ایک بجلی سی تھی، جس نے تھوڑی دیر میں ہی ''خان ہاؤس'' کے در و دیوار کو دکھوں کی آگ میں بھسم کر ڈالا۔ عورتوں کے رونے کی آوازیں اور آہ و زاریاں کانوں میں شگاف ڈالنے لگیں یہ بات گھر سے نکل کر پورے علاقے میں پھیل گئی قریبی رشتے دار اور ہمسائے جو رنگین کپڑے پہن کر نکاح کی تقریب میں شرکت کی تیاریوں میں مگن تھے، اس افتاد پر حیران رہ گئے، جس نے سنا افسردہ ہوگیا۔ جلدی سے سفید اور سادے کپڑے پہن کر ان لوگوں کے غم میں شریک ہونے خان ہاؤس کی سمت چل دیے۔ خوشی کی جگہ جیسے آنسوؤں نے لے لی، سجا ہوا وہ گھر جہاں کچھ دیر قبل شادیانے بج رہے تھے اب نوحہ کناں تھا۔ لوگ سرد آہ بھرتے جلال خان اور بہزاد خان سے گلے ملنے لگے۔

دونوں بھائیوں کے لیے باپ کی موت کی تصدیق۔ ایک زوردار دھماکہ ثابت ہوا، جوان کے احساسات کے پرخچے اڑاتا گزر گیا۔ ایک زبردست چوٹ جو ٹھیک ان کے دلوں پر پڑی؛ پہلے تو شدت غم سے انہیں لحاتی سکتہ ہوگیا پھر اس سکتے سے ہوش میں آتے ہی دونوں بھائیوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا۔

''ماں کے بعد باپ بھی چلا گیا ہم تنہا رہ گئے۔'' وہ مرد تھے چیخنے چلانے اور واویلا کرنے کے بجائے اپنے غم کو ضبط کر کے نہایت جبر سے ایک طرف بیٹھ کر سر جھکا لیا، حالاں کہ دل تو اس وقت دیواروں سے سر ٹکرانے پر آمادہ تھا۔

''نہیں ایسا نہیں ہوسکتا وہ بھی آج کے دن۔'' ریحانہ پہلے تو یہ بات سن کر وحشت زدہ رہ گئیں، سخت اضطراری کیفیت کے ساتھ انہوں نے قریب بیٹھے ہوئے شوہر کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ کر تسلی دینی چاہیے، بیٹی کے نکاح والے دن اچانک باپ جیسے سسر کا دنیا سے جانا، ان کی ذات پر گزرنے والا بڑا سانحہ تھا، وہ بہزاد خان کے بازو پر سر ٹکا کر بلک بلک کر بے اختیار روتی چلی گئیں۔

''باجی صبر کرو اللہ کی یہ ہی مرضی تھی دو گھونٹ پانی پی لو۔'' مسلسل رونے سے آنکھیں سوجھ گئیں تو شہانہ نے بڑھ کر

بہن کو پانی پلایا اور گلے سے لگا کر تسلیاں دینا شروع کردیں۔
سائرہ بھی سر جھکائے، دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھنے میں مصروف رہیں، ایک آدھ زوردار سسکی بھی منہ سے نکال ہی لیتی وہ اتنی غمزدہ تھی نہیں جتنا زیادہ دکھی نظر آنے کی کوششوں میں ہلکان رہیں۔
''یہ......اماں کہاں چلی گئیں کہیں کوئی نیا شگوفہ نہ چھوڑ بیٹھیں؟'' سائرہ نے دری پر ہاتھ رکھ کر مڑ کر دیکھا، برابر سے دلشاد بانو کو غائب پایا تو دل دہل گیا، نگاہوں نے فوراً اماں کو تلاشا۔
''اے میری بٹی نے اپنے سسر کی بڑی خدمت کی ہے چھوٹی والی تو اوپر الگ تھلگ سی رہتی تھی مگر یہ سائرہ ایک آواز پر ناچتی پھرتی سمجھو جی نے دنیا میں جنت کمالی۔'' دلشاد بانو پڑوس سے آنے والی عورتوں کے ساتھ بیٹھی، تسبیح پڑھنے کی جگہ بڑے جوش وخروش سے محو گفتگو دکھائی دیں۔
''اماں سے بھی حد ہے نہ وقت دیکھتی ہیں نہ موقع بس شروع ہوجاتی ہیں۔'' سائرہ کے وجود میں الارم سا بجا پہلی بار اپنی تعریف بھی ناگوار گزری۔ جلال سے نگاہیں بچا کر کھسکتی ہوئی ماں کے قریب پہنچی۔
''بیٹا دیکھ کیسا منہ اتر گیا ہے ایک کپ چائے کا بنادوں۔'' انہوں نے ہمک کر بیٹی کو دیکھا اور لاڈ سے سرگوشی کی۔ چہرے سے جھلکتا اطمینان، سائرہ کو بے چین کر گیا، جلدی سے دلشاد بانو کا ہاتھ پکڑا۔ ماں کی ''آئیں ہائیں'' کی پروا کیے بغیر زبردستی اپنے کمرے کی جانب چل دی۔

❁......❁......❁

جب سے عیناں نے جاب چھوڑ کر اپنا بیوٹی سینٹر ''دی عیناں'' کھولا۔ وہ شہر بھر کے لیے ایک اسٹیٹس سمبل بن گئی، ایک سال کے اندر اندر یہ حال ہوگیا کہ بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز خواتین' لڑکیاں یا وزراء اور امراء کی بیگمات بھی یہاں سے اپنا میک اوور کرانے کے بعد کسی پارٹی یا تقریب میں جانا قابل فخر بات سمجھتیں مگر بہت سالوں بعد سفینہ کے انداز واطوار نے عیناں کو اس حد تک متاثر کیا کہ وہ اپنا سارا بھرم بھلائے، بڑے پیار بھرے لہجے میں بلاضرورت اسے مخاطب کیے جارہی تھی۔
''سفینہ آپ کو پتا ہے کہ کچھ برائڈز کے لیے ہمارے پارلر کی جانب سے اروما مساج کا یہ ایک انوکھا سرپرائز ہوتا ہے آپ لوگوں کے کیے ہوئے میک اپ پیکج سے بالکل ہٹ کر، اس میں ہم خصوصی طور پر خوشبو اور عرقیات کا استعمال کرتے ہیں جو اسکن کو ریفریش کرنے کے ساتھ دلہنوں کو بھینی بھینی من لبھاتی خوشبوؤں میں بسا دیتے ہیں۔'' عیناں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے گویا ہوئی اور کھوئی کھوئی سی سفینہ کو فیشل چیئر سے اترنے میں مدد دی۔
''اواچھا۔'' سفینہ نے بے دلی سے سر ہلایا، اس کا دل کسی بات میں نہیں لگ رہا تھا۔ رہ رہ کر خواب میں دیکھے جانے والے مناظر نگاہوں کے سامنے آرہے تھے۔
''کچھ برا ہونے والا ہے۔'' یہ سوچ کر وہ لڑکھڑائی تو عیناں نے بڑھ کر سہارا دیا۔ وہ دونوں ڈریسنگ روم کی جانب جارہی تھی اس کا دماغ مختلف قسم کے خدشات اور خیالات کا آماجگاہ بن گیا۔
''آپ ایزی ہوجائیں۔ پھر شرارے کی شرٹ چینج کرکے باہر آجایئے گا، ہمیں اب میک اپ اسٹارٹ کرنا ہے۔'' عیناں نے سفینہ کے چہرے کے تاثرات کو بغور جانچتے ہوئے کہا، اس کلائنٹ نے کافی کنفیوز کررکھا تھا۔ سفی کے سر ہلانے پر وہ دھیرے سے روم کا دروازہ بند کرتی باہر نکل گئی۔
''مجھے خود نہیں پتا کہ اچانک ایسا کیا ہوگیا ہے کہ جو زندگی کی سب سے خوب صورت گھڑی بھی دل پر چھائے ویرانی کے بادل مٹانے سے قاصر ہے، کچھ بھی تو اچھا نہیں لگ رہا۔'' سفینہ کو وجود میں پلتا طوفان سہما گیا۔ وہ اپنا سر تھام کر سوچ

میں پڑ گئی۔
''اچانک ساری باتیں نکاح اور بناؤ سنگھار سے دل ایسے کیوں اچاٹ ہوگیا؟'' اس نے سمجھنا چاہا مگر بے سود رہا کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

✿......✿......✿

''اماں اللہ کے واسطے میرے سسر کی میت ابھی گھر میں رکھی ہے ایسے میں دل سے نہ سہی پر چہرے سے ہی دکھ کا اظہار کرلیں۔'' سائرہ نے اپنا کمرہ لاک کرتے ہی ماں کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا۔
''اے لو تو میں یہاں بیٹھی کون سے شادیانے بجا رہی ہوں۔'' وہ قدرے برا مان کر بولیں۔
''آپ کا چہرہ غم کی جگہ خوشی کی عکاسی کر رہا ہے اگر جلال کی نگاہ پڑ گئی تو ساری عمر کے لیے ان کے دل میں ایک گرہ سی پڑ جائے گی۔'' سائرہ نے ماں کا ہاتھ تھام کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا کیا اور چہرہ شیشے کی جانب گھما دیا۔
''اچھا......اچھا ٹھیک ہے تیرے لیے یہ بھی کرلوں گی ویسے مجھے سچ میں بڑے میاں کے جانے کا دکھ ہے۔'' دلشاد بانو نے سر پر دوپٹہ ٹکا کر افسردہ دکھائی دینے کی کوشش کی۔
''ہاں اماں اپنی ذات سے تو میرے سسر بہت اچھے انسان تھے، کبھی دکھ تکلیف نہ دی ہمیشہ مجھے بڑی بہو جیسا مان سمان بھی دیا۔'' سائرہ کے دل نے سچ بیان کیا۔ ایک دم رونا آنے لگا اور آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔
''صبر کر بچے اللہ کی یہ ہی مرضی تھی۔'' دلشاد نے بڑھ کر بیٹی کا سر سینے سے لگا کر چمکارا۔
''اماں چلیں باہر لوگ جمع ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ مجھے غائب دیکھیں گے تو بلاوجہ کی باتیں بنائیں گے کہ میں ایسے وقت میں کمرہ بند کرکے بیٹھی ہوں۔'' سائرہ کی بے قراری کو قرار حاصل ہوا تو انہوں نے باہر جانے کی ٹھانی۔
''ویسے ایک بات تو طے ہے کہ فائز کا نکاح تو ٹل گیا۔'' دلشاد نے بیٹی کی تقلید میں باہر نکلتے ہوئے معنی خیز انداز میں سرگوشی کی تو سائرہ نے ٹھٹھک کر ماں کو بغور دیکھا اس کے ذہن میں یہ بات کہاں آئی تھی۔ ایک لمحہ رک کر سوچا یہ زندگی کا بڑا غم زدہ وقت ہے مگر ایک کمینی سی سوچ، من میں جاگی۔
''توبہ ہے۔'' چونک کر اپنے خیالات پر خود کو پھٹکارتی تیز تیز قدم اٹھاتی شوہر کے پاس جاکر بیٹھ گئیں جو درد والم کی تصویر بنے سرخ آنکھوں سے سب کو آتے جاتے دیکھ رہے تھے دلشاد بانو نے لاؤنج سے نکلتے ہوئے، پاس رکھے فون اسٹینڈ کو معنی خیز انداز میں دیکھا اور پھر ادھر ادھر دیکھتی ہوئی فون اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگیں۔

✿......✿......✿

''یا اللہ...... گھر میں سب خیریت ہو ہم سب پر اپنا رحم فرمانا۔'' ذہن بٹانے کے لیے سفینہ نے چھوٹے سے روم کا جائزہ لینا شروع کیا، جہاں داخل ہوتے ہی سفید دودھیا روشنی وجود میں بھرتی محسوس ہوئی، سفینہ نے نوٹس کیا کہ اس بیوٹی سینٹر کے ہر کمرے کو ایک کلر اور مخصوص تھیم سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا، سفینہ جس دیوار سے لگ کر کھڑی ہوئی، اس کا تھری ڈی وال پیپر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، اس نے اپنی نازک سی انگلی ٹھیک اس مقام پر رکھی، جہاں سیپ میں سجے پرل صاف شفاف نیلگوں سفید رنگ کی حسین لہروں سے سجے ہوئے بالکل اصلی لگ رہے تھے۔ ان پر نگاہ جمائے جمائے اسے فائز کی چند دنوں قبل کی جانے والی باتیں یاد آنے لگی۔
''آپ بالکل بدل گئے ہیں اب مجھ سے پیار بھی نہیں کرتے؟'' سفینہ نے روتے ہوئے، ہونٹ نکال کر بڑی معصومیت سے شکوہ کیا تھا۔
''ہاہا تمہاری ایسی اداؤں نے ہی تو اپنا بنایا ہوا ہے کاش یہ ممکن ہوتا تو......'' وہ چوڑے سینے کے گرد توانا بازوؤں کا گھیرا

ڈالے چند لمحوں تک اسے دیکھتے ہوئے کڑے ضبط سے گزرا، پھر ٹھنڈی سانس بھر کر شرارتی انداز میں گویا ہوا۔

''فائز......'' وہ حیا سے اپنے ہاتھوں میں تھامے ٹیڈی کے منہ میں سر چھپانے لگی۔

''جی...... میری زندگی۔'' فائز نے توقع کے برخلاف یک دم ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی جانب کھینچا۔ وہ جو کسی اور خیال میں گم تھی، اس پر گرتے گرتے بچی، پھر دانت کچکچا کر گھورا اور ہاتھوں سے دور کرتی ہوئی تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گئی۔

''کاش اس وقت کوئی آئینہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں تمہیں دکھاتا کہ میری قربت تمہارے حسن کو کیسے دو آتشہ بنا دیتی ہے۔'' وہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے اس کی جھجک پر اترایا۔

''فائز...... پلیز اگر آپ نے میرے سوالات کا ڈھنگ سے جواب نہیں دیا تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔'' وہ ایک دم بدک اٹھی اور دھمکایا، فائز نے فیصلہ کیا کہ اس کوڑھ مغز کو سنجیدگی سے سمجھانا چاہیے ورنہ اندیشوں میں گھری رہے گی۔

''دیکھو سفی میری شفاف محبت کو شک کے چھینٹوں سے آلودہ کرکے اس کی توہین نہ کیا کرو۔ یہ تو ابر نیساں کا وہ قطرہ ہے، جو آسمان سے گر کر زمین میں جذب ہونے کی بجائے تمہارے سیپ جیسے دل میں چھپ کر گوہر کی صورت اختیار کر گئی ہے۔'' فائز نے ایک بار پھر کھسک کر قریب ہوتے ہوئے کان میں سرگوشی کی تو وہ گلابی پڑ گئی۔ اچانک فائبر کی دیوار کے پار ہونے والی کھٹ پٹ نے سفینہ کو حال کی طرف لوٹنے پر مجبور کیا۔

''فائز وہ میری زندگی کی سب سے حسین ساعت تھی، اس رات آسمان نے چاند کا جھومر اپنے ماتھے پر سجا کر زمین پر چاندنی کی چادر تان دی تھی۔ وہ کیسا یادگار وقت تھا جب آپ نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور مجھے چھو کر قسم کھائی کہ تم میرے دل کی دھڑکن بن چکی ہو، میری روح میں سما گئی ہو تمہارے بغیر میری زندگی نامکمل، ادھوری سی ہے، اب بھی اگر میری چاہت کا یقین نہیں تو میں تمہیں سمجھانے سے قاصر ہوں، آپ کی آنکھوں سے ٹپکتی محبت، میں کھل اٹھی، اپنے وجود پر پھیلی چکاچوند سے خود حیران رہ گئی۔'' سفینہ نے وال پیپر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دھیرے سے ان یادوں کو دہرایا اور آنکھیں موند کر فائز کو مخاطب کیا۔

''مگر پتا نہیں ابھی کیوں ایسا لگ رہا ہے جیسے سب کچھ بدلنے والا ہے اب جبکہ ہم دونوں کے ملن میں چند گھنٹے رہ گئے ہیں؟'' سفینہ کے سامنے وہ ڈراؤنا خواب ایک فلم کی طرح چلنے لگا۔ اس نے خائف ہو کر پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے منہ سے بے اختیار سسکی نکلی، تھوڑی دیر خود کو ڈھیلا چھوڑنے کے بعد بیگ سے ٹشو نکال کر اپنی آنکھیں پونچھیں۔

''او مائی گاڈ یہ اچانک میرا دل کیوں ڈوبنے لگا۔'' سفینہ کا سر چکرانے لگا۔ اس نے دیوار کا سہارا لیا اور پاس رکھے اسٹول پر بیٹھ گئی۔ نازک انگلیاں کھلے بالوں میں پھنسالیں۔

''گھر کال کرکے پتا کرتی ہوں، سب خیریت تو ہے۔'' اس کی طبیعت بہلی تو ہاتھ میں تھامے سیل فون کو گھورتے ہوئے سوچا اور لینڈ لائن نمبر ڈائل کیا، مگر فون مسلسل انگیج جا رہا تھا وہ مزید گھبرائی۔

''اللہ کرے سب خیر ہو کیا کروں فائز کو فون کرکے دیکھتی ہوں۔'' اس نے سوچا پھر حیا کی لالی چہرے پر چھا گئی، نکاح سے کچھ گھنٹے قبل فون کرنا مناسب نہیں لگا، وہ باپ کو کال ملانے لگی، مگر دروازے پر ہونے والی دستک نے چونکا دیا۔

''میں کس کام سے یہاں آئی ہوں اور کیا کر رہی ہوں۔'' اسے عیناں کی ہدایت کا خیال آیا اور سامنے ہینگر میں لٹکے سرخ کامدار بھاری لہنگے پر پڑی تو گھبرا گئی، دھیرے سے کھلنے والے دروازے کی طرف دیکھا اور عیناں کی حیران نگاہیں اس پر جم گئیں۔

''سفینہ آپ ابھی تک ایسے ہی بیٹھی ہیں۔ چینج کیوں نہیں کیا؟'' اس کے لہجے میں ناگواری کا تاثر تھا۔
اسے احساس ہوا کہ ان لوگوں کا ایک ایک منٹ قیمتی ہوتا ہے جسے وہ بڑے آرام سے ضائع کرنے پر تلی ہوئی ہے۔
''سوسوری بس پانچ منٹ اور دے دیں۔'' وہ کال ملانا بھول کر ایک دم کھڑے ہوکر بولی۔
''اٹس او کے آپ شرٹ پہن کر لیفٹ سائیڈ میں واقع ہمارے میک اپ روم میں آجایئے گا ہمیں آپ کو ریڈی کرنا ہے پلیز ڈو فاسٹ۔'' اس نے بھنویں اچکائیں اور جان کر لہجے میں سختی سموئی۔
''جی ٹھیک ہے۔'' سفینہ نے سر ہلایا اور ہینگر والے زیپر کی جانب ہاتھ بڑھا دیا۔
''اس کلائنٹ کے انداز تو سمجھ سے باہر ہیں۔'' عیناں بڑبڑ کرتی، دوبارہ باہر نکل گئی۔
سفینہ نے سرخ کامدار بھاری شرٹ اٹھائی اور چینجنگ روم کی جانب بڑھنے لگی، اچانک کچھ سوچ کر ہاتھ میں تھامے سیل فون کو گھورا اور ایک بار پھر خان ہاؤس کا نمبر ڈائل کرنے کا ارادہ کیا۔

✿......✿......✿

''بھائی یہ ٹیلی فون ڈائری ہے۔ جس میں دور نزدیک کے تمام رشتے داروں اور جان پہچان والوں کے نمبرز ہیں۔'' ریحانہ نے کچھ سوچ کر اپنے بیگ سے سیاہ ڈائری نکالی اور بہنوئی کی طرف بڑھائی۔ وہ اس موبائل کے دور میں بھی سب کے نمبر باقاعدگی سے ایک ڈائری پر لکھنے کی عادی تھی۔
''جی کیا کروں؟'' عزیر نے سالی کی جانب مستعدی سے دیکھ کر پوچھا اور ڈائری تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔
''آپ تمام رشتے داروں کو یہ افسوس ناک اطلاع دینے کے ساتھ نکاح کے ملتوی......'' بات کرتے کرتے ان کا گلا رندھ گیا، ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔
''باجی صبر کریں بس اللہ کی یہ ہی مرضی تھی۔'' عزیر ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر لاؤنج کی جانب بڑھ گئے۔
''ہاں......ہاں بتول بتایا نہ سائرہ کے سسر کا انتقال ہوگیا ہے۔'' دلشاد بانو فون سے چپکی بڑے شدومد سے باتوں میں محو تھیں، عزیر رک کر ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔
''اے لو یہاں سوگ کا عالم ہے اور تم نکاح کا پوچھ رہی ہو۔'' دکھ بھری خبر دیتے ہوئے بھی ان کا لہجہ غمگین نہ تھا، عزیر نے کوفت بھری نگاہ ڈالی۔
''اے ہے بس تم شرمیلا کو لے کر پہلی فرصت میں رکشہ پکڑ کر یہاں پہنچ جاؤ۔'' انہوں نے بتول کو بری طرح لتاڑا۔ ان کی لعن طعن سے کوفت زدہ ہوکر عزیر نے کنکھار کر بے اختیار اپنی موجودگی کی اطلاع دی۔
''چلو ٹھیک ہے اب میں رکھتی ہوں پتا تو شرمیلا کے پاس لکھا ہوا ہے بس تم دونوں پہنچ جاؤ۔'' دلشاد بانو نے نگاہ بھر کر عزیر کو دیکھا اور تھوڑا محتاط ہوکر بات مختصر کردی۔
دلشاد بانو کے جاتے ہی عزیر نے فون پر اپنا قبضہ جمایا اور ڈائری کھول کر ترتیب سے قریبی رشتے داروں کو یہ دکھ بھری اطلاع دینا شروع کردی، جو سنتا حیرت زدہ رہ جاتا افسوس کا اظہار کرتا۔ سب سے فارغ ہونے کے بعد عزیر نے ثوبیہ کے نمبر پر کال ملائی۔

✿......✿......✿

فائز نے مغموم نظروں سے چاروں جانب دیکھا، نہ صرف خان ہاؤس بلکہ اس کے وجود میں ایک ویرانی ابتری سی پھیل گئی ایک قبرستان کی سی جامد خاموشی اور بے بسی چھا گئی۔ جلال خان کی بہت بری حالت تھی، وہ لوگوں میں گھرے سر جھکائے بیٹھے تھے، بہزاد خان آنے والوں کی تعزیت وصول کررہے تھے۔ اپنے دادا کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے اور

غسل کے انتظامات میں مصروف ہونے کے بعد وہ واپس لوٹا اور میت کے پاس بیٹھ گیا، اس سے یہ منظر برداشت نہ ہوا تو اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ آنسو اس کی بند آنکھوں سے لڑھک لڑھک کر کھلے گریبان سے سینے میں جذب ہونے لگے۔ اردگرد گہرا سناٹا چھا گیا۔ بخار کی شدت سے وہ غافل ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد فائز کو ہوش آیا تو اس نے پورے گھر میں رونے کی آوازیں محسوس کی۔ سائرہ بیٹے کے قریب بیٹھ کر مسلسل روئے جارہی تھی فائز کو بڑی شدت سے بخار نے آگھیرا تھا پورا وجود پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا، اس کے باوجود اسے اپنی پروا نہیں تھی۔

''ہائے میری سفی سنے گی تو اس پر کیا بیتے گی؟'' ریحانہ کسی سے گلے مل کر روتے ہوئے ایک ہی بات دہرائے جارہی تھیں، دادا ابا کی موت کے بعد پہلی بار فائز کے جسم میں ایک کوندا سا لپکا، سفینہ کا نام سنتے ہی اس میں حوصلہ اور طاقت عود آئی ذہن نے کام کرنا شروع کردیا۔

''سفینہ کہاں ہے؟'' اس نے زور سے پوچھا اور سب کے ذہن میں سفینہ کا خیال ایک ساتھ جاگا۔ ریحانہ کے ہونٹ کپکپا اٹھے۔

❁........✹........✡

''بیٹا کسی بہانے سے سفی کو دلہن بننے سے روک دو۔'' عزیر نے کچھ سوچ کر کہا۔

''پاپا......! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟'' ثوبیہ کے ہاتھ سے سیل فون چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

''ہاں بیٹا بڑی مشکل گھڑی ہے۔'' عزیر نے ٹھنڈی سانس بھری اور دھیرے دھیرے اسے ساری بات بتادی۔

''او میرے اللہ! یہ کیا ہوگیا؟'' ثوبیہ جو کھڑی ہوئی تھی سر پر ہاتھ رکھ کر ڈھے گئی۔ سنبل نے بہن کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کے قریب بیٹھ گئی اور کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا۔

''کیا ہوا...... کچھ بولو بھی۔'' سنبل نے پریشانی سے بہن کو جھنجھوڑا، اس نے فون بہن کی طرف بڑھایا اور روتے ہوئے چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا۔

وہ دونوں پارلر کے ویٹنگ ایریا میں، سفینہ کا میک اپ مکمل ہونے کے انتظار میں تھیں۔ انہیں یہاں سے دلہن بنی سفینہ کو گھر لے جانا تھا مگر اف باپ نے یہ کیا کہہ دیا۔

''ہیلو بیٹی سن رہی ہو نا ابھی سفینہ کو کچھ نہیں بتانا۔'' عزیر نے دوسری طرف سے رونے کی آواز سنی تو گھبرا کر پکارا۔

''پاپا ہوا کیا؟'' سنبل ہذیانی انداز میں چیخی۔

''کول ڈاؤن بیٹا یہاں سب پر ایک بڑا صدمہ آن پڑا ہے۔ ابرار انکل اب اس دنیا میں نہیں رہے۔'' انہوں نے دوسری بیٹی کو خبر دی۔

''کیا نہیں......!'' وہ ایک دم غیر یقینی سے فون میں جھانکنے لگی۔

''سنبل بچے میری بات سنو میں یہ خبر اس طرح سے تم دونوں کو نہیں دیتا مگر سفینہ کی وجہ سے سب بتانا پڑا اس پر تو بہت کڑا وقت آپڑا ہے۔ اب تم دونوں کی ذمہ داری ہے کہ خود کو سنبھالنے کے ساتھ سفی کو بھی باخیریت خان ہاؤس لے کر پہنچو اور کوئی تدبیر سوچو کہ کس طرح سے اسے تیار ہونے سے روکا جاسکے۔'' عزیر نے کچھ دیر سوچنے کے بعد بیٹی کو دلاسہ دیتے ہوئے تاکید کی۔

''اف...... پاپا یہ کیسی آزمائش ہے سفینہ آپی تو یہ سنتے ہی پاگل ہوجائیں گی۔'' سنبل نے روتے ہوئے کہا۔

''اچھا فکر نہیں کرنا۔ میں خود ڈرائیور کے ساتھ تم لوگوں کو لینے آرہا ہوں سامان سمیٹ لو۔'' عزیر نے بات ختم کی۔

''ٹھیک ہے پاپا آپ جلدی سے آجائیں جب تک ہم دونوں کچھ کرتے ہیں۔'' ثوبیہ نے خود پر قابو پایا اور بہن سے

فون لے کر سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حامی بھری۔

❁.......❁.......❁

''میری بچی تو دلہن بننے پار لرگئی ہوئی ہے اسے کیا خبر کہ اس کے دادا ابا......'' ریحانہ نے فائز کی جانب دیکھ کر ادھورا جواب دیا اور ہاتھوں میں منہ چھپا کر ایسے پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سائرہ جیسی پتھر کا دل بھی پسیج گیا، انہوں نے اٹھ کر دیورانی کو گلے سے لگا کر حوصلہ دیا۔

''باجی میں ڈرائیور کے ساتھ بچیوں کو لینے جارہا ہوں۔'' عزیر نے سرعت سے اندر داخل ہونے کے بعد ریحانہ کے قریب پہنچ کر اجازت طلب کی۔

''انکل آپ رہنے دیں میں سفینہ کو لے کر آؤں گا'' اس نے بخار کی شدت سے گھبرا کر ماتھے پر مکا مارتے ہوئے قطعیت سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹا مگر......'' عزیر نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے، تاہم فائز کے چہرے پر پھیلے گھمبیر تاثرات دیکھ کر خاموش ہوگئے۔ ''ٹھیک ہے فائز تم چلے جاؤ۔'' ریحانہ جو مسلسل سفینہ کے بارے میں فکر مند ہو رہی تھی' فائز کے جانے کا سن کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''باجی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' شاہانہ نے شوہر کو اشارے سے مزید اصرار سے روکا، ان حالات میں یہ ہی بات بہتر ہوتی۔

''بیٹا اسے راستے میں کچھ نہ بتانا ورنہ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔'' ریحانہ نے فائز کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

''آپ فکر نہ کریں میں اسے بہانے سے یہاں لے آؤں گا۔'' لمبے چوڑے فائز نے اپنے سامنے کھڑی ریحانہ کو خود سے لگا کر تسلی دی اور بھاری پڑتے قدم اٹھاتا ہوا باہر کی طرف چل دیا۔

''میری سفی یہ بات کیسے برداشت کر پائے گی۔'' ریحانہ کی باتوں سے فائز کو ایک نئی فکر نے گھیر لیا تھا، سفینہ کے غم کے آگے اپنا دکھ ہیچ دکھائی دینے لگا تھا۔

''میرے مالک سفینہ کو یہ دکھ سہنے کا حوصلہ بخشنا'' اس نے آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے دعا مانگی اور اپنی ہچکیوں کو سینے میں گھونٹتے ہوئے ضبط سے کام لیا۔

''پتا نہیں یہ خبر سننے کے بعد وہ کس طرح سے ری ایکٹ کرے گی'' اس کا ذہن مختلف خیالات کا آماجگاہ بن بیٹھا، وہ آہستگی اور احتیاط کے ساتھ چلتا ہوا گیٹ کراس کر گیا اور باہر کھڑے ڈرائیور سے چابی مانگی۔

❁.......❁.......❁

''سفینہ آپی...... اچانک شہر میں ہنگامے شروع ہوگئے ہیں' ابھی ابھی پاپا کا فون آیا ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ اسی گھبراہٹ میں دادا ابا کی طبیعت خراب ہوگئی ہے ہمیں فوراً گھر جانا ہوگا۔'' ثوبیہ نے پہلے علیحدگی میں عناں کو ساری بات بتائی، وہ دل تھام کر رہ گئی، اس کے بعد سفینہ کے پاس جا کر یہ بہانہ بنایا۔

''ثوبی کیا کہہ رہی ہو۔ دوپہر کو ہم جب نکلے تو شہر پر سکون تھا۔'' سفینہ نے حیرت سے ڈریسنگ روم میں کھڑی اپنی کزن کو گھورا۔

''ہاں مگر آپ تو جانتی ہیں یہاں کسی بھی وقت کچھ بھی ہو جاتا ہے دو سیاسی جماعتوں میں تصادم ہوگیا جس کی وجہ سے حالات خراب ہوگئے اب جلدی کریں اور اپنا سامان سمیٹیں۔'' ثوبیہ کے کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو بہانے پر بہانے بناتی چلی

گئی۔

''یا اللہ خیر...... ذرا پاپا کو فون ملا کر بات تو کروں ایسا کیا ہوا ہے...... اور دادا ابا وہ کیسے ہیں؟'' سفینہ جو چینج کرنے کے ارادے سے شرٹ ہاتھ میں لیے ہوئے تھی، اسے سائیڈ میں رکھ کر اپنا سیل اٹھا کر تیز لہجے میں بولی۔

''ٹائم نہیں ہے ان سب باتوں کو چھوڑیں۔ میری سب سے بات ہو چکی ہے۔ گھر سے گاڑی لینے آرہی ہے۔ آپ چادر پہن لیں اور چلنے کی تیاری کریں۔'' ثوبیہ نے جلدی سے سفینہ کے ہاتھ سے فون لیا اور اسے باتوں میں لگالیا۔ وہ اس مشکل میں گھری تنہا مقابلہ کررہی تھی۔ سنبل کا تو رو رو کے برا حال تھا، اس نے سفینہ کے پاس جانے سے انکار کردیا تھا۔

''ہاں سفینہ آپ لوگ جلدی سے یہاں سے نکل جائیں۔ ہمیں بھی بیوٹی سینٹر بند کرنا ہے۔'' ثوبیہ کی مشکل سمجھتے ہوئے عیناں بھی اس کی مدد کو آگے بڑھی اور غلط بیانی کی، اس کا دل یہ سب سن کر بری طرح سے اداس ہوگیا۔

''ایک کام کرو فائز سے بات کرادو میں دادا ابا کی طبیعت کا تو پوچھوں۔'' سفینہ کا دل عجیب انداز میں ڈوبا، ایسی گھبراہٹ طاری ہوئی کہ جسم پر کپکپاہٹ طاری ہونے لگی۔

''میں کافی دیر سے فائز بھائی کو مستقل فون کررہی ہوں پتا نہیں کیوں وہ کال ریسیو نہیں کررہے؟'' ثوبیہ نے سیل فون لہرا کر ایک اور جھوٹ گھڑا عیناں کی ترحم آمیز نگاہیں سفینہ کے کپکپاتے وجود پر جم گئیں۔

''جی پاپا......'' فون کی بیل پر وہ چونکی' جلدی سے کال پک کی۔

''بیٹا فائز! آپ لوگوں کو پک کرنے آرہا ہے تیار رہنا۔'' عزیر نے فون کرکے بیٹی کو ہوشیار کیا۔

''اوکے ہم پندرہ منٹ میں باہر آرہے ہیں۔'' ثوبیہ نے سفی کی نگاہوں سے بچتے ہوئے باپ کو جواب دیا۔

''سفینہ کا بہت خیال رکھنا اور اسے راستے میں کسی بھی طرح اس بری خبر کا پتا چلنے نہ دینا۔'' عزیر نے اسے ایک بار پھر تاکید کی۔

''آپ فکر مت کریں' میں سمجھتی ہوں۔'' ثوبیہ نے کونے میں جاکر دھیرے سے کہا۔

''ہاں...... مجھے تم پر یقین ہے' چلو فون رکھتا ہوں۔'' عزیر نے بیٹی کو دلاسہ دیتے ہوئے لائن کاٹ دی۔ ثوبیہ نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور مڑی تو سامنے سفینہ اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

''کیا گھر میں کچھ ہوا ہے؟'' سفینہ کے لہجے میں تشویش بھرا اصرار تھا ثوبیہ تھرا اٹھی اور اس کا سر انکار میں ہلنے لگا۔

❁......❁......❁

''قسمت نے کس مقام پر آکر اپنا داؤ کھیلا؟'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔ فائز کے دل و دماغ میں دکھوں کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ رنج اور بے بسی سے اس کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہوگئے تھے۔

''ہا...... دادا ابا آپ یوں اچانک مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟'' اس نے میکانیکی انداز میں گاڑی اسٹارٹ کی اور نم آنکھوں کو صاف کیا۔ چوڑی سڑک پر آکر رفتار تیز کی، فاصلہ جیسے جیسے کم ہورہا تھا، اس کا دماغ ماؤف ہوتا جارہا تھا۔

''میں سفی کو یہ سب کیسے بتاؤں گا وہ تو برداشت ہی نہیں کرپائے گی۔'' خود کو کمپوز کرنا اس کے لیے مشکل ہورہا تھا۔

''میرے مالک یہ کیسا امتحان ہے؟'' وہ اپنے اوپر تو سب کچھ سہہ سکتا تھا پر اپنی محبت کے آنکھ میں آنسو دیکھنا، بڑا مشکل کام تھا، شدت کرب سے اس نے آنکھیں میچ لیں۔

''میں اور سفینہ آج اس مشفق سائے سے محروم ہوگئے...... جن کے سائے تلے ہم دونوں پروان چڑھے۔ وہ دادا ابا جو ہر وقت میری پیاری سفی کی گردان لگائے اسے اپنے پاس بلایا کرتے تھے آج وہ لب ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے۔'' فائز جیسے جیسے سوچ رہا تھا، اس کے حوصلے پست پڑنے لگے تھے۔

”میرے اللہ ان آزمائشوں اور مایوسیوں سے نمٹنے کی طاقت عطا فرما۔“ اس نے دونوں ہاتھ مضبوطی سے اسٹیئرنگ وہیل پر جماتے ہوئے فریاد کی۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوچکی تھی، جس کی وجہ سے سڑک پہ پھسلن ہونے لگی۔ موڑ کاٹتے ہوئے گاڑی کے ٹائر بری طرح چرچرائے۔ گیلی ہوتی آنکھوں سے سامنے کا منظر دھندلایا اسٹیئرنگ پہ اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔ فائز نے اپنے ہتھیلی سے آنکھوں کو صاف کرنا چاہا۔

”او مائی گاڈ۔“ رانگ سائیڈ سے آتی ہوئی بائیک دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہوگئے، بائیک والا بہت تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتا اس کے قریب پہنچ گیا فائز نے بڑے حادثے سے بچنے کے لیے گاڑی کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسٹیئرنگ کو پورا گھماتے ہوئے پوری قوت سے بریک پر پاؤں رکھ دیا، اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ تھوڑی دیر پہلے کے سب مناظر دھندلا سے گئے، گاڑی ایک فٹ پاتھ سے ٹکرا کر رک گئی تھی۔

❁......❁......❁

”میں پارکنگ میں کھڑا ہوں۔ تم لوگ آجاؤ۔“ ایک چھوٹے سے حادثے سے بچنے کے بعد فائز، بڑی مشکلوں سے سفینہ کو لینے پہنچا اور فون کرکے ثوبیہ کو باہر آنے کا کہا۔

اس کی نگاہیں شیشے کے ڈور پر لگی ہوئی تھی جہاں سے وہ لوگ باہر آرہی تھیں۔ سفینہ کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں سنبل اور ثوبیہ کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔

”آخر وہ ناگزیر...... خوف ناک...... بدترین لمحہ آ ہی گیا۔“ ان لوگوں کے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد فائز نے تھرا کر سوچا۔

سفینہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہی فائز کی ابتر حالت کو جانچ لیا مگر حیا اور شرم کے مارے کچھ بولنا مشکل لگا۔ فائز نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ فائز کے علاوہ ثوبیہ اور سنبل کو بھی معلوم تھا کہ وہ چند گھنٹے قبل جس خوشی کے گھر سے نکلے تھے اب وہاں پر صف ماتم بچھ چکی ہے۔ سفینہ کے خیال سے سارا راستہ دونوں بہنیں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے اس کا دھیان بٹانے میں مصروف رہیں، سفینہ ان کی باتوں پر ایک دو بار مجبوراً مسکرائی، پھر خاموش ہوکر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

”شہر میں تو ٹریفک رواں دواں ہے، ایسا کوئی غدر تو نہیں مچا، جس کے باعث نکاح کی تقریب کینسل ہوگئی۔“ اس نے پریشانی سے سوچا۔

”مگر فائز کی حالت بھی کافی خستہ ہے یہ کافی پریشان بھی لگ رہے ہیں۔“ سفینہ نے دل ہی دل میں کئی باتیں سوچتے ہوئے اپنا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ پھر مڑ کر سنبل اور ثوبیہ سے اشاروں کنایوں میں وجہ معلوم کرنے لگی۔ وہ دونوں زبردستی ہنستے ہوئے ٹال گئیں۔

پورے راستے سفینہ بے قرار رہنے اور ہزار سوال دل میں لیے سنبل اور ثوبیہ کے ساتھ خان ہاؤس پہنچی۔ فائز نے ٹھنڈی آہ بھر کر گاڑی روکی اور بغور سفینہ کو دیکھا، راستے بھر وہ جانے کن سوچوں میں گم تھی، چونک اٹھی۔

”ک...... کیا...... ہوا ہے پلیز میرا دل بہت گھبرا رہا ہے سچ سچ بتادو۔“ سفینہ جو حیرت زدہ سی شادی کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیکھ رہی تھی۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ان سب کی منتیں کرنے لگی۔

”آپی چلیں اندر چلتے ہیں۔“ سنبل اور ثوبیہ نے اسے دونوں طرف سے تھام کر زبردستی گاڑی سے اتارا اور تیزی سے اندر چل دیں۔

گھر کے بیرونی دروازے سے گزر کر اندر آئی تو لوگوں کا ہجوم دیکھ کر سفینہ کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ خوف کے مارے اس کا

دل ڈوبنے لگا، اسے اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔ اگر سنبل اور ثوبیہ اس کے پاس نہ ہوتیں تو شاید وہ وہیں زمین پر گر جاتی اور شاید زندگی ہار دیتی۔

''سفینہ آگئی...... ہائے بیچاری......'' اندر کی جانب بڑھتے ہوئے اس کے کانوں میں کچھ سرگوشیاں وآہ زاریاں پڑیں۔

''خواب جیسا منظر۔'' اس کا دل یہ سب سوچ کر دہلا۔

❁......✿......❁

''گھر میں اتنا سوگ کیوں طاری ہے کیا دادا ابا کی طبیعت زیادہ خراب ہے؟'' اس نے ثوبیہ سے پوچھا جو سر جھکائے، اس کے ساتھ چلتی ہوئی بڑے ہال تک بڑی مشکل سے پہنچی تھی۔

''کچھ ہوا ہے کیا؟'' اسے ایک اور جھٹکا لگا، جب عورتوں کا ہجوم دیکھا، سنبل جو ثوبیہ کی مدد سے اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی، ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کیے۔

''پلیز کچھ تو بتاؤ۔'' وہ متوحش دکھائی دی، دونوں مل کر بھی اس ایک جان کو نہ سنبھال پائیں اور سفینہ لڑکھڑاتی ہوئی گھٹنوں کے بل دہلیز پر گرگئی۔

''آپی اندر چلیں۔'' ثوبیہ نے تسلی دیتے ہوئے ہمت بندھائی۔ اس سے قدم اٹھانا مشکل ہو گیا تھا۔

''ثوبی......!'' آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔ آنسو کی لڑیاں جھڑنا شروع ہوئیں تو دل نے شدت غم کو نکالنے کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ وہ ان دونوں کے سنبھالنے پر ہمت کر کے دوبارہ اٹھی اور اندر داخل ہوئی۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' وہ بڑے ہال میں پہنچی تو زور سے چیخی۔ یہاں کا ماحول ہی الگ تھا، دریاں بچھی ہوئی تھیں، عورتوں کا ہجوم، جو سپارے ہاتھ میں تھامے ہل ہل کر پڑھ رہی تھیں، کسی نے جواب نہیں دیا۔

''نانی، سفینہ آگئی۔'' شرمیلا نے دلشاد بانو کے کان میں سرگوشی کی، جو اس کے برابر میں بیٹھی تھیں۔ سفینہ نے چاروں طرف نگاہیں گھمائیں، اچانک کونے میں رکھی دادا ابا کی میت نظر آئی۔

''دادا ابا......!'' وہ دوڑی جھک کر چہرہ دیکھا۔ جنہیں جاتے وقت وہ ہنستا مسکراتا چھوڑ گئی تھی وہ اب بھی مسکرا رہے تھے مگر سفید لباس میں ملبوس چپ چاپ ہمیشہ کے لیے آنکھیں موندے۔

سفینہ جسے دادا جان کی کل والی باتیں ابھی تک لفظ بالفظ یاد تھیں۔ اس کا دل چاہا کہ وہ زور سے زور سے چیخے چلائے اور پکارے کہ......

''دادا ابا کہاں چلے گئے...... مجھے کیوں چھوڑ گئے......؟'' مگر آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی، ماں کو تلاشا۔

''سفی میرے بچے اپنے دادا سے آخری ملاقات کرلے۔ اب ان کے جانے کا وقت ہو گیا ہے۔'' ریحانہ نے بیٹی کو دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر فریاد کی اور اسے سنبھالنے کے لیے بڑھیں۔

''نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔'' اس نے غیر یقینی سے پہلے ماں کو پھر تایا اور باپ کو دیکھا، جو اس کی جانب تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ ایک بجلی سی سفینہ کے حواسوں پر گری۔ ایک نیزے کی انی اڑتی ہوئی آکر اس کے احساس پر گڑی۔ ایک زبردست چوٹ جو ٹھیک اس کے دل پر لگی۔

''دا...... دا...... ابا......'' وہ زوردار انداز میں چیخ مارتی غش کھا کر زمین پر گرنے لگی کہ جلال اور بہزاد نے بڑھ کر اسے تھام لیا اور گود میں اٹھا کر دری پر لٹا دیا۔

''یہ...... اچانک کیسے ہو گیا۔'' سنبل اور ثوبیہ بھی شہانہ اور ریحانہ سے لپٹ کر بری طرح بلک بلک کر روتے ہوئے

سوال کر رہی تھیں۔
"قیامت آہی گئی۔" اترا ہوا چہرہ لیے فائزان کے پیچھے اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک نگاہ بے ہوش سفی پر ڈالی اور چپ چاپ جاکر کونے میں بیٹھ گیا۔
"یہ...... آگئے کیسے بات کروں۔" شرمیلا جو بتول کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، چونک کر فائز کو دیکھا، دل میں خواہش جاگی مگر خود پر قابو پانا پڑا اور افسردگی سے تسبیح پڑھتے ہوئے اس کا خوبرو چہرہ دیکھا، جو قدرے مرجھا گیا تھا۔
"آگیا میرا بچہ۔" جھجکتی ہوئی سائرہ فائز کے قریب آکر بیٹھ گئیں۔ انہوں نے اس کی بند آنکھوں اور پھڑکتی ہوئی کنپٹیوں کو گہری نظروں سے دیکھا۔
"تمہارا بخار تو بڑھتا جارہا ہے۔" جسم تیز حدت سے آگ بنا ہوا ہے' سائرہ نے فوراً اپنا ہاتھ بیٹے کے ماتھے پر رکھا۔ جو بری طرح سے جل رہا تھا اور پریشانی سے بڑبڑائیں۔
"ممی پلیز جاکر چاچی کو تسلی دیں دیکھیں سفینہ کا حال کتنا خراب ہے۔" فائز نے سرگوشی کی تو وہ سر ہلا کر اس طرف چلی گئیں۔

❁......✿......❁

"سفینہ...... آنکھیں کھولو۔" ریحانہ بیٹی پر جھکی بار بار پکارتے ہوئے پانی کے چھینٹے مار رہی تھی، مسلسل رونے کی آواز اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔ خالہ نے کئی بار ناک بند کی تو اسے ہوش آیا، مگر کوشش کے باوجود آنکھیں نہیں کھول پا رہی تھی۔ لگتا تھا پلکوں پہ کسی نے بھاری وزن لاد دیا ہو ذہن الگ ماؤف سا ہو رہا تھا کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔
"نہیں دادا ابا کو کچھ نہیں ہوسکتا۔" دل اس حقیقت کو ماننے پر تیار ہی نہیں ہو پا رہا تھا کہ اس کے پرشفیق دادا ابا جن سے رات میں اس نے خوب باتیں کی، اب اس دنیا میں نہیں رہے۔
"آپی...... آنکھیں کھولیں۔" سنبل اور ثوبیہ کی آوازیں مسلسل کانوں میں پڑ رہی تھی، وہ چاہتے ہوئے بھی جواب دینے سے قاصر تھی۔
"اٹھ سفی اٹھ بچے حوصلہ پکڑ۔" شاہانہ خالہ نے اس کے بے جان وجود کو جھنجھوڑا تو اس نے خالی خالی نظروں سے سب کو دیکھا۔
"پانی...... پانی......" اس کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے' بمشکل حلق سے آواز نکالی۔ سائرہ بھی آکر پاس کھڑی ہوگئی۔
ثوبیہ جلدی سے گلاس بھر کرلے آئی اور اس کے ہونٹوں کو تر کیا۔ وہ ایک ہی سانس میں پی گئی۔ ہال میں موجود قریبی رشتے دار اس کے گرد جمع ہوکر دبی زبان میں، اس کی حالت پر اظہار افسوس کرنے لگے کہ عین نکاح والے دن یہ افسوس ناک واقعہ پیش آگیا مگر اسے ان باتوں کا ہوش کہاں تھا' سر بہت بھاری ہونے لگا اس لیے دوبارہ لیٹ گئی، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بدن پتھر میں ڈھل گیا ہو، نہ ہاتھ پیروں کا احساس تھا نہ خود کا ہوش، فائز نے دور سے سفینہ کی بگڑتی حالت پر اچٹتی نگاہ ڈالی اور پھر باپ کے کہنے پر میت کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کے انتظامات کرنے اٹھ کھڑا ہوا۔ سفینہ کا چہرہ زردی مائل ہو رہا تھا۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں تھی کہ کیا ہو رہا ہے؟
اسے خبر ہی نہیں ہوئی کہ کب لوگ دادا ابا کو لے کر چلے گئے۔ جب ہوش میں آئی تو دیوانہ وار بھاگتی ہوئی ابرار خان کے کمرے میں گئی بستر سے لپٹ کر روتے روتے دوبارہ بے ہوش ہوگئی۔ ریحانہ سے بیٹی کی حالت دیکھی نہیں جارہی تھی مگر اس غم کا کوئی مداوا نہ تھا۔ شاید کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ تقدیر کے لکھے کو کون ٹال سکتا تھا۔

باپ کے انتقال کا جلال خان نے بہت اثر لیا۔ انہوں نے دکان پر جانا لوگوں سے ملنا ملانا چھوڑ دیا۔ فائز گھر کو سنبھالنے کے ساتھ دکان پر بھی چکر لگاتا۔ وہ سارا دن ادھر ادھر کے کاموں میں لگا رہتا اسے کسی بھی چیز کا ہوش تک نہیں رہا۔ اس وقت تو کاروبار نئے ملازم زاہد کے مرہون منت چل رہا تھا۔ پہلی بار دکان سے اتنا منافع کم ہوا تو فائز کے سمجھانے پر کافی دنوں بعد جلال خان نے دکان کا چکر لگایا، انہیں دیکھتے ہی پورے بازار کے لوگ افسوس کرنے چلے آئے۔

''ابا جان کیا چلے گئے لگتا ہے اس گھر سے رونق چلی گئی۔'' جلال خان نے سر جھکا کر کہا۔ ان کے آس پاس تعزیت کرنے والوں کا ہجوم لگا ہوا تھا۔

''گھر میں بزرگوں کا سایہ باعث رحمت ہوا کرتا ہے۔ ان کی موجودگی سے ہر چیز میں برکت قائم رہتی ہے مگر میرے سر پر ہاتھ رکھنے والے دونوں بڑے مجھے چھوڑ کر جا چکے ہیں۔'' انہوں نے کرتے کی جیب سے رومال نکال کر آنکھیں صاف کیں۔

''بھائی جلال یہ آپ کے والد بزرگوار کی دعاؤں کا ثمر ہے جس نے آج آپ کو اس مقام تک پہنچایا۔'' پڑوس کی دکان سے آنے والے کریم بخش نے سر ہلا کر کہا۔

''ٹھیک کہتے ہو بھائی کریم اب یہ ہی دیکھ لو کہ ابا جان کے جانے کے بعد ہمارا گھر بھی ویرانی کا منظر پیش کرنے لگا ہے لگتا ہے، جیسے ایک عجب سی وحشت نے ڈیرے ڈال لیے ہوں۔'' انہوں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''بڑوں کی موجودگی سے گھروں میں اتفاق واتحاد قائم رہتا ہے اور یوں لگتا کہ جیسے گھر یکجا ہے۔ وہ سب کو جوڑے رکھتے ہیں اللہ کرے آپ دونوں بھائی آئندہ بھی ایسے ہی مل جل کر ایک ہی چھت تلے رہیں۔'' سامنے سے آنے والے باریش عبدالغفار نے دنیاوی تجربے کی بنیاد پر ایک بات کہی، مگر جلال خان اندر سے ہل کر رہ گئے۔

''کیا خان ہاؤس میں ہم دونوں بھائیوں کا رہنا اب مشکل ہو جائے گا۔'' ان کا ذہن اسی بات میں اٹک گیا۔

''بھائی جلال دعا ہو رہی ہے ہاتھ اٹھاؤ۔'' کریم بخش نے نرمی سے کاندھے کو چھو کر کہا تو وہ چونکے۔

ابرار خان کے انتقال کو ایک ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا مگر ان کی حالت سنبھل نہیں پا رہی تھی اماں کے انتقال کے بعد ابا جان ہی ایک ایسی ہستی تھے، جن سے دل لگا ہوا تھا ورنہ سائرہ نے تو کبھی مجھے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ دکان داروں کو رخصت کرتے ہوئے بھی ان کے ذہن میں کچھ ایسی ہی باتوں کی تکرار جاری رہی۔

جلال خان کو یاد آیا جب ابا جان کی تدفین ہونے لگی تو اُس وقت اچانک ہلکی ہلکی بارش برسنے لگی تھی، قبرستان کی فضا بے حد خوش گوار ہوگئی تھی۔ اس بات کا ذکر تو جنازے میں موجود ہر شخص نے کیا کہ تدفین کے وقت ابا جان کے چہرے پر بہت سکون تھا اور ایک مخصوص خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اُن کے دفن ہونے سے قبل تک ایک پیاری سی مہک نے قبرستان کے احاطے کو اپنے گھیرے میں لیے رکھا تھا۔ یہ شاید ابرار خان کی اچھائیوں کی خوشبو تھی، جو ان کے ساتھ دفن ہوگئی۔ ان کے جنازے میں لوگوں کی کثیر تعداد موجود تھی، بہت سوں کو تو وہ دونوں بھائی جانتے تھے، مگر کئی ایسے بھی تھے، جن سے پہلی بار ملاقات ہوئی، مگر سب لوگ ان کے ابا جان کے گرویدہ دکھائی دیئے۔ کتنے لوگ بعد میں بھی آئے جنہوں نے اعتراف کیا کہ ابرار خان ان کی چپکے چپکے مدد کرتے تھے۔

''صاحب شاپ بند کرنے کا ٹائم ہو گیا ہے۔'' نئے ملازم زاہد نے دوسری بار کچھ ناگواری سے یاددہانی کرائی تو وہ اٹھ بیٹھے۔

"ایسا لگ رہا ہے کہ کچھ کرنا تھا کوئی ایسا کام جو ادھورا رہ گیا ہو یا کوئی بات بھول رہا ہوں۔" جلال خان نے بے چینی سے سوچا۔

"صاحب یہ فائز صاحب کے نکاح کے لیے جو چھوارے منگوائے گئے تھے وہ ابھی تک دکان میں پڑے ہیں کہیں تو گاڑی میں رکھوادوں۔" زاہد نے سرخ تھیلے کی جانب اشارہ کر کے پوچھا۔

"فائز کا نکاح' ہاں ابا جان کی یہ آخری خواہش تو پوری ہونے سے رہ گئی۔" وہ ایک دم چونک کر زاہد کا ہاتھ تھام کر بولے تو وہ مالک کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

❁.......❁.......❁

شرمیلا، اپنے کالج کا وہ چاند تھا، جس کے پیچھے چکور لپکتے پھرتے وہ ایک ایسی ساحرہ تھی، جس کی آنکھوں سے مدھ بھری مستی ٹپکتی، وہ ہنستی تو جوانی کے ترانے پھوٹ پڑتے، یہی وجہ تھی کہ ہر ایک پہلی نگاہ پڑتے ہی متاثر ہو جاتا، اس کے حسن کے قصیدے کالج بھر میں پھیلے ہوئے تھے، زیادہ تر اس کے سحر میں گرفتار ہونے کو تیار رہتے۔ کچھ منچلے بہانے بہانے سے نزدیک آنے کی کوشش کرتے مگر وہ کسی کو لفٹ نہیں کراتی، گردن اکڑائے اپنی کلاس کی جانب چل دیتی۔ اس کے یوں گھاس نہ ڈالنے پر بعض لڑکوں نے جل کر شرمیلا کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا، انگور کھٹے ہیں کی مثال ان جیسوں پر صادق آتی، چند بدنگاہ ایسے بھی تھے جو شرمیلا سے بظاہر اچھے سے ملتے مگر یہ سمجھتے کہ وہ اپنی اہمیت بڑھانے کے لیے ایکٹنگ کرتی ہے۔ کالج کے ہیرو ٹائپ لڑکے، من ہی من میں اسے پسند کرتے، جو اس کے ایک بار نرمی سے بات کرنے کو اس کی محبت پر محمول کرنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر بالوں میں جیل لگائے خود پر پرفیوم کا چھڑکاؤ کر کے کالج کے احاطے میں داخل ہوتے۔

"خوب صورتی پر اس قدر نازاں جناب کا حق ہے مگر کبھی پلٹ کر ہم غریبوں کو بھی دیکھ لیا کرو۔" شرمیلا کالج ٹائم ختم ہونے کے بعد بیگ کاندھے پر ڈالتی گیٹ سے باہر نکلی تو راستے میں کھڑے ایک لڑکے نے رومانٹک انداز میں کہا۔

"ہونہہ لفنگا۔" شرمیلا نے دل میں کوسا اور نگاہیں نیچی کرے اپنی کالج فیلو کے ساتھ قدم بڑھاتی چلی گئی۔

چند ہفتوں سے ایک نئی مصیبت پیچھے پڑ گئی، شرمیلا جب بھی کالج آتی تو کچھ بدتمیز لڑکوں کا گروپ بس اسٹاپ یا کالج گیٹ کے پاس کھڑا ملتا، اسی طرح واپسی پر بھی وہ لوگ اس کے انتظار میں پلکیں بچھائے، دکھائی دیتے۔ شرمیلا کی خاموشی اس سے بڑھ کر بے مروتانہ انداز اور نظر انداز کرنا، اس کے لیے زہر قاتل ثابت ہوا۔ ان لوگوں نے اس بات کو چیلنج کے طور پر لیا کہ آخر وہ کسی ایک کو بھی خاطر میں کیوں نہیں لاتی؟ اس کا مغرورانہ انداز ان لوگوں پر بڑا بھاری پڑا، اسی وجہ سے انہوں نے اس کا بری طرح سے پیچھا لے لیا، وہ جیسے ہی دکھائی دیتی ہمکالمے بازی شروع ہو جاتی۔

"یہ ادا یہ ناز یہ انداز...... ہائے کس کس کو یہ ادائیں مارے جارہی ہیں۔" ایک اور لفنگے نے دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا۔

شرمیلا بھی انسان تھی، اس کے مزاج پر یہ بازاری جملے گراں گزرتے، بعض اوقات تو سب کچھ ناقابل برداشت ہونے لگتا، وہ پھٹ پڑنا چاہتی پھر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ ان کو چار باتیں سنانا یا پرنسپل صاحب سے جا کر شکایت لگانا اتنا مشکل کام نہ تھا، جو وہ انجام نہ دے سکے، مگر اس سے جو ہنگامہ بڑھ جاتا، وہ اس بات سے کتراتی باپ کے جانے کے بعد وہ عدم تحفظ کا شکار تھی، بڑا بھائی کوئی تھا نہیں اور ان حالات میں وہ ایسی کسی بے وقوفی کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی کہ اس کی بیوہ ماں کے لیے کہیں کوئی پرابلم کھڑی ہو جائے، ویسے بھی جب سے فائز زندگی میں آیا، کوئی دوسرا نگاہوں میں سماتا ہی نہیں۔ یہ ہی وجہ تھی کہ وہ ان باتوں کی پروا کیے بغیر سر جھکائے تیز قدموں سے وہاں سے گزر جاتی۔

تاہم آج جب لڑکوں نے جملے کستے ہوئے کچھ بیہودہ اشارے بھی کیے تو وہ تیز تیز قدموں سے اپنی کلاس فیلو، صائمہ اسلم کے ساتھ آگے چل دی، مگر وجود میں آگ جل اٹھی، صائمہ اس کی فرسٹ ائیر سے کالج فیلو تھی اور ان کی آپس میں بہت گہری دوستی تھی۔

"ان سڑک چھاپ لڑکوں نے تو پیچھا ہی لے لیا ہے۔" وہ مسلسل بولتی چلی جارہی تھی۔

"کول ڈاؤن۔" صائمہ نے اس کا ہاتھ دبایا۔

"نہیں یار...... ان لڑکوں کا اب کچھ تو کرنا پڑے گا۔" شرمیلا نے تھوڑی دور جانے کے بعد مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

"یار چھوڑو ان جیسے لفنگوں کے منہ لگنے سے اپنا ہی منہ گندا ہوگا۔" صائمہ نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔

"کیا کروں روز روز ایسی بیہودہ باتیں سننے سے میرا دماغ خراب ہوگیا ہے پھر لوگ بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں شاید میری خاموشی نے ہی انہیں اتنی ہمت دی ہے کہ یہ اس طرح پیچھے پڑنے اور للکارنے کے عادی ہوگئے ہیں مگر اب یہ چیز برداشت نہیں ہورہی ہے۔" شرمیلا نے ان لوگوں کو سبق دینے کا تہیہ کرلیا۔ "اور اس اورنج ٹی شرٹ والے کو تو مزہ چکھانا پڑے گا جو ان کا گروپ لیڈر بنا مجھے دیکھتے ہی سینے پر ہاتھ مار اونچی اونچی تان لگاتا ہے۔" شرمیلا نے جیسے حتمی انداز میں اپنے ارادے سے واقف کیا، صائمہ کی خوف زدہ نگاہیں اس کے حسین چہرے کا طواف کرنے لگیں۔

❋......❋......❋

خان ہاؤس کے ماحول، کاروبار اور زندگی کے دوسرے شعبوں پر بھی اس سانحے کا بہت گہرا اثر پڑا مصائب نے جیسے اب اس گھر کی راہ دیکھ لی۔ سب چپ چپ سے رہنے لگے تھے نا جانے کتنے دن بیت گئے ایک جگہ بیٹھ کر ہنسے بولے، بات کیے ہوئے۔ سب دکھوں کی چادر تانے، ضرورت کے تحت ایک دوسرے کو مخاطب کرتے۔ غم کا اثر اپنی جگہ مگر اندرون خانہ، دلوں میں کچھ ناراضگیاں بھی پل رہی تھیں جس کے پیچھے دلشاد بانو کا ہاتھ تھا۔

"کیا ہوا باجی کمرے میں، اتنا اندھیرا کیوں کیا ہوا ہے؟" شاہانہ مغرب کی نماز پڑھ کر بہن کے کمرے میں آئی تو لائٹ جلا کر بغور دیکھا، اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"حیرت ہے مجھے احساس ہی نہیں ہوا۔" ریحانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں دیکھا۔

"کن سوچوں میں گم ہیں؟" شاہانہ نے بہن کی کیفیت سمجھتے ہوئے تھوڑا سنبھل کر پوچھا۔

"ابا جان کے انتقال کو ایک مہینے سے زیادہ ہوگیا ہے گھر کا ماحول عجیب ہوچلا ہے۔" ریحانہ نے سرد آہ بھر کر ماں جائی کو دیکھا۔

"ہاں یہ بات تو میں نے بھی محسوس کی ہے خاص طور پر بڑی بھابی کی اماں کا رویہ ہم سب سے بہت عجیب ہوتا ہے۔" شاہانہ نے بھی بہن کی بات کی تائید کی۔

"ہاں مجھے تو یہ بات پریشان کررہی ہے کہ ان لوگوں نے سفینہ کے نکاح کے حوالے سے دوبارہ کوئی بات ہی نہیں کی...... چپ سادھ لی ہے اب۔" کسی سوچ کے تحت وہ بولتے بولتے خاموش ہوئیں۔

"جی عزیر کو بھی ایسا ہی لگا اور یہ بات تو مجھے بھی پریشان کررہی ہے سمجھ میں نہیں آرہا کہ ان لوگوں کے دل میں کیا چل رہا ہے۔" شاہانہ شدید ترین بے بسی محسوس کر کے رہ گئی۔

"میں پچھلے کئی دنوں سے اسی اضطراب کا شکار ہوں۔ سوچ رہی ہوں کہ بہزاد سے پوچھوں مگر آج کل وہ ویسے ہی اداس ہیں۔ کہیں یہ سب سن کر ان کی پریشانی دوہری نہ ہوجائے۔" ریحانہ نے منتشر ذہن کے ساتھ بہن کی طرف دیکھا۔

''کوئی بات نہیں۔ میں اور عزیر جانے سے پہلے بہزاد بھائی سے بات کریں گے۔ انہیں سمجھائیں گے کہ اس معاملے کو سادگی سے نمٹا دیں۔'' شاہانہ نے سمجھداری سے کہا۔

''کیا مطلب جانے سے پہلے تم لوگ واپس جا رہے ہو کیا؟'' ریحانہ کے لہجے میں ہیجان در آیا۔

''جی ہم لوگ اسی ہفتے جانے کا سوچ رہے ہیں۔'' شاہانہ کے چہرے کے نقوش میں گہری سنجیدگی چھا گئی۔

''ہائے اللہ ان حالات میں مجھے تم سے اور سفینہ کو ثوبیہ اور سنبل سے بہت سہارا تھا۔'' ریحانہ نے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

''کیا کریں باجی اتنے دن ہوگئے ہیں۔ پھر واپس بھی تو جانا ہے۔ عزیر کی چھٹیاں ختم ہو رہی ہیں اور بچیوں کے بھی کالج کھل گئے ہیں اب تو جانا ہی پڑے گا۔'' شاہانہ نے سرد آہ بھر کر اپنی مجبوری بتائی۔

''ہاں یہ بات تو ہے چلو ٹھیک ہے۔ اللہ ہمارا وارث ہے۔'' ریحانہ کا دل پریشان ہوا، مگر اس نے مسکرا کر بہن کو اجازت دے دی۔

''آپ فکر مند نہ ہوں میں اور عزیر، کل صبح ہی بہزاد بھائی سے سفینہ کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔'' شاہانہ نے بہن کو خود سے لپٹاتے ہوئے تسلی دی۔ ریحانہ نے مسکرا کر بہن کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

❁ .... ❁ .... ❁

''اے لڑکی کیا ہر وقت چھت پر چڑھی رہتی ہو کوئی کام دھندہ بھی کرلیا کرو۔'' دلشاد بانو نے صحن میں بچھے تخت پر بیٹھتے ہوئے منہ اٹھا کر طنز فرمایا۔ سفینہ جو ٹیرس کی ریلنگ سے لگی کسی خیال میں گم تھی، چونک کر نیچے دیکھا۔

''غضب خدا کا حد ہوگئی ہے اس زمانے کی لڑکیوں کے تو طور ہی نرالے ہیں، کام کرتے موت آتی ہے ان کو بس فون پر باتیں بنانے کا بول دو یا ٹی وی کے آگے سج دھج کے بیٹھ جانے کا کہہ دو۔ پھر دیکھو کیسے خوش دکھائی دیں گی۔'' دلشاد بانو نے باتوں کی پٹاری کھولتے ہوئے خود کلامی کی۔

''اوں...... ہوں۔'' سائرہ نے وضو کرتے ہوئے ماں کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

''آئے میں کیا جھوٹ بول رہی ہوں جو زبان پر تالے پڑوا رہی ہو؟'' دلشاد بانو نے بیٹی کو ناگواری سے جواب دیا اور سفینہ کو مزید سنانے کی حسرت دل میں لیے بس گھورتی رہ گئی۔

''ہوں۔'' سائرہ نے سر کا مسح کرتے ہوئے ناک سے آواز نکالی۔

''پتا نہیں یہ نانی کو میرے ساتھ کیا پرابلم ہے۔'' سفینہ نے دکھی نظروں سے نیچے بیٹھی دلشاد بانو کو دیکھا، پھر اس کی نگاہیں سائرہ بانو سے جا ٹکرائیں وہ ایک دم شرمندہ ہوگئیں۔

''آہ...... دادا ابا آپ مجھے یوں تنہا چھوڑ کر اتنی دور کیوں چلے گئے۔'' اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا اور ٹھنڈی سانس بھری۔ سفینہ نے ابرار خان کی وفات کا غم ایسا جان پر لیا کہ اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا۔ ریحانہ کو بیٹی کے نکاح کا غم، سسر کی وفات کا غم اور پھر گھر میں روز روز سائرہ اور دلشاد بانو کی بڑھتی ہوئی من مانیوں کا غم ستانے لگا مگر وہ ابھی کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہ تھیں۔ خان ہاؤس کو جیسے کسی کی نظر لگ گئی تھی۔ آن کے آن میں خوشیاں، وہاں سے رخصت ہوگئیں اور اداسیوں نے بسیرا کرلیا۔

دلشاد بانو جو انتقال والے دن سے اب تک بیٹی کے گھر پڑی ہوئی تھیں ابرار خان کی زندگی میں تو ان کی کبھی ہمت نہ ہوئی کہ وہ ایسے بے دھڑک ہو کر اس گھر کے معاملات میں دخل اندازی کرسکیں مگر اب تو جیسے انہیں موقع مل گیا، جلال خان کی غیر موجودگی میں وہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرتیں یہ جانے بغیر کے سامنے والے کے دل پر کیا گزر گئی۔ ہر بات

میں اپنی چلاتیں، سائرہ نے بھی ماں کو کھلی چھوٹ دے رکھی تھی، جو بات ان کے لیے کہنا مشکل ہوتا، دلشاد بانو کی زبان سے کہلوا دیتی۔ اس طرح عملاً وہ پورے گھر پر چھاتی چلی گئیں۔ اس بات کا سب سے ناگوار پہلو یہ تھا کہ رفتہ رفتہ ریحانہ اور سفینہ کے ساتھ ان کا سلوک بد سے بدتر ہونے لگا۔ کبھی کسی پر بات رکھ کر انہیں سنایا جا رہا ہے، کبھی شرمیلا کا قصہ لے کر بیٹھ گئیں، باتوں میں طنز وطعنوں کی وہ بوچھاڑ ہوتی کہ ان لوگوں کے لیے ایسے ماحول میں سانس لینا بھی دوبھر ہو جاتا۔ شاہانہ اور ریحانہ بزرگ اور بڑی بھابی کی ماں جان کر ان کا احترام کر جاتیں، سنبل اور ثوبیہ بری طرح سے چڑ جاتیں، ورنہ ایک بات کے جواب میں ان کے دماغ میں بھی کئی باتیں شور مچاتیں۔ وہ جانتی تھیں کہ اس وقت بہزاد اور فائز کی حالت ایسی نہ تھی کہ اس بارے میں کوئی شکوہ شکایت کیا جا سکے، اسی لیے محتاط رہنے لگیں۔

دونوں ماں بیٹی نکاح کے ٹل جانے سے بہت خوش تھیں۔ دلشاد سائرہ کو نت نئے مشوروں سے نوازتیں، آئے دن بہانے سے شرمیلا کو بلوا کر کچن میں مصروف کر دیتیں، یہ حالات دیکھ کر ریحانہ اور سفینہ نے نیچے اترنا ہی کم کر دیا تھا۔

❁......❁......❁

''سوری شاید تمہیں میری بات نے ہرٹ کیا ہے۔'' صائمہ کا لہجہ معذرت لیے ہوئے تھا۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔'' شرمیلا نے سر نفی میں ہلایا۔

''دیکھو تم ان لڑکوں سے بچ کر رہو۔'' صائمہ نے دوست کو سمجھایا، اس کو صبح والی بات پر بے چینی ہونے لگی تھی، اسی لیے شام کو بھائی کے ساتھ خصوصی طور پر یہاں آئی۔

''کیا کروں ان لوگوں نے تو کالج جانا مشکل کر دیا ہے؟'' شرمیلا نے سر جھکا کر سرگوشی کی، اس کا دل بھی بے سکون ہوا جا رہا تھا۔

''میں مانتی ہوں۔ وہ بہت گھٹیا ہیں پر پلیز۔'' صائمہ نے بے چینی ہاتھ بڑھا کر اس کے نرم ہاتھ کو پکڑ کر التجا کی......

''مجھے لگتا ہے میرے خاموش رہنے سے ہی سب کچھ غلط ہو گیا ان کی زبانیں کھل گئی ہیں۔'' یہ بولتے ہی شرمیلا نے اپنی دوست کی طرف دیکھا۔ اس کے ماتھے پر تشویش کی پرچھائی واضح نظر آئی، جسے دیکھ کر وہ اپنی جگہ قدرے شرمندہ سی ہو گئی۔

''اچھا ہم لوگ ایسا کرتے ہیں کہ راستہ بدل لیتے ہیں۔'' شرمیلا کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے صائمہ کو کچھ ڈھارس ہوئی۔ اس نے ایک تجویز پیش کی۔

''تم شاید بھول گئی ہو کہ کالج کے مین گیٹ تک جانے کا ایک ہی راستہ ہے اور پیچھے والا گیٹ ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔'' اس کی تجویز پر شرمیلا کو ہنسی آ گئی۔

''ہاں یہ بات تو میں بھول ہی گئی کہ پرنسپل صاحبہ نے ایک سال سے عقبی دروازے کو بند کروا دیا ہے۔'' صائمہ نے سر ہلا کر تائید کی۔ انداز قدرے معذرت لیے ہوئے تھا۔

''حجت تمام کی۔ اب چل کر چائے پی لیں امی انتظار کر رہی ہوں گی۔'' شرمیلا نے مسکرا کر سہیلی کو دیکھا۔

''شرمیلا یار! تمہیں کیوں سمجھ نہیں آ رہا اس معاملے کو بڑھانے سے کافی ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔'' صائمہ نے دوبارہ اپنی راگنی شروع کی۔

''اچھا تمہیں میرا ساتھ نہیں دینا تو کل سے میں اکیلے کالج چلی جاؤں گی بس۔'' شرمیلا چڑ کر تیز لہجے میں بولی۔

''میرا یہ مطلب نہیں۔'' وہ ہکلا کر اس کی غلط فہمی دور کرنے لگی۔

''تو کیا مطلب ہے جب سے آئی ہو اسی ایک بات کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ کان کھول کر سن لو بہت برداشت کر لیا اب

میں نہیں رکنے والی، تم خود تو ڈرپوک ہو مجھے بھی اپنے جیسا بنانے پر تل گئی ہو اب خاموشی سے سب کچھ سہنا مشکل ہے۔" شرمیلا کا غصہ عروج تک جا پہنچا، جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی۔

"شرمیلا.....!" صائمہ نے پہلے تو فق چہرے سے اسے دیکھا پھر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"او.....سو.....سوری.....تم شاید میری باتوں سے ہرٹ ہوئیں۔" کمرے میں چند لمحوں کی خاموشی چھائی پھر شرمیلا کو اپنے سخت لہجے کا احساس ہوا مگر صائمہ منہ موڑ کر کھڑی رہی۔

"اچھا یار.....کول ڈاون ہو جاؤ اتنا غصہ مت کرو، تمہاری ویسے ہی ننھی سی جان ہے کہیں بیمار نہ پڑ جاؤ۔" شرمیلا نے اس کے حد سے بھی زیادہ دبلے پن کو مذاق کا نشانہ بناتے ہوئے چھیڑا۔

"مان جاؤ نا۔" وہ زیادہ دیر تک دوست کی بے رخی برداشت نہ کرسکی تو گدگدیاں کرنے لگی، صائمہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"میں سوچتی ہوں کہ آج کل کے حالات میں ان لچے لفنگوں کے خلاف لڑکیوں کو مل کر ایک یونین بنانا چاہیے۔ گرلز سیو یونین۔" شرمیلا نے فضا میں گھورتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا۔

"بالکل جی اور صدارت کا عہدہ تمہیں ملنا چاہیے۔" صائمہ نے اس کی تیکھی ناک دباتے ہوئے چھیڑا۔

"آئیڈیا برا نہیں اگر ایسا ہو جائے تو تمہیں نائب صدر بنا دوں گی۔" شرمیلا نے صائمہ کو دیکھ کر ایک آنکھ مٹکائی۔ ان دونوں کا قہقہہ باہر بیٹھی بتول کے کانوں میں پہنچا تو ایک شفیق سی مسکراہٹ، ان کے لبوں پر پھیل گئی۔

❁.....❁.....❁

"اماں جی ذرا سوچ سمجھ کر بولا کریں۔ آپ کی ایسی باتیں کسی دن مجھے مروا دیں نہ دیں۔" سائرہ نے ماں کو سمجھانا چاہا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ماں کے چیخ چیخ کر سفینہ پر طنز کرنے سے ڈر گئیں۔

"بس تو ساری عمر ڈرتی رہ جب ہی تو اس حال تک پہنچ گئی ہے۔" دلشاد نے سر پیٹا۔

"میرے اللہ اماں کو عقل دے یا مجھے صبر۔" سائرہ جب بھی ماں کو من مانیوں پر سمجھانے کی کوشش کرتی تو اسی طرح کی توں توں میں میں شروع ہو جاتی۔ اس شام بھی ایسا ہی ہوا۔

"بٹی ادھر تو آ۔" صحن میں بیٹھیں، پھلیاں کاٹتے ہوئے دلشاد نے تھوڑی دیر بعد بٹی کو اشارے سے بلایا، سائرہ کپڑے الگنی سے اتار کر علیحدہ علیحدہ جوڑے بنا کر رکھ رہی تھی، ماں کے اشارے پر ان کے قریب جا پہنچیں۔

"کیا بات ہے اماں جلدی بتائیں؟" سائرہ نے الجھی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں پوچھا۔

"میں کہتی ہوں اب میاں سے بات کرکے یہ بڑا سا گھر بیچ ڈالو اور میرے ساتھ چلی چلو۔" دلشاد بانو نے چھری لہراتے ہوئے خان ہاؤس کی بڑی سی عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اماں پلیز آہستہ بولیں کسی نے سن لیا تو قیامت آجائے گی۔" سائرہ نے ماتھے تک لے جا کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے ماں سے استدعا کی۔

"اے لو کوئی غلط بات تو نہیں کی باپ کے مرنے کے بعد وراثت کا حصہ تقسیم ہوتا ہے کہ نہیں تمہیں بھی میاں سے بات کرکے بہزاد میاں سے حساب کتاب کر لینا چاہیے۔" دلشاد بانو کی ضد زور پکڑنا شروع ہو گئی۔ سفینہ جو ابھی ٹیرس میں آکر کھڑی ہوئی تھی، نانی کی باتوں پر اس کا سر چکرانے لگا۔

"اماں دماغ تو ٹھیک ہے آپ کا، کیا کہہ رہی ہیں۔" جلال خان جو اسی وقت اندر داخل ہوئے تھے، ان کے کان میں یہ تجویز پڑی تو یک دم چراغ پا ہو گئے۔

"اے میاں خدا لگتی کہی۔ زمانے کا یہ ہی چلن ہے۔" جلال خان کو اچانک سامنے پا کر دلشاد بانو کے ساتھ سائرہ کا

رنگ بھی اڑا مگر انہوں نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بات مکمل کرنے کی ٹھانی۔

''بس میں اس بارے میں مزید کوئی بات سننا نہیں چاہتا۔'' جلال خان اس بری طرح سے گرجے کہ دلشاد بانو کے ہاتھ سے چھری گر گئی سائرہ نے ماں کو وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

''آپ سائرہ کی ماں ہیں اسی بات کا لحاظ کر رہا ہوں۔ ورنہ ایسی بات کرنے والے کو باہر کا راستہ دکھانے میں لمحہ نہ لگاتا۔'' جلال نے ان دونوں کو اندر جاتے دیکھا تو پیچھے سے آواز لگائی۔ میاں کے انداز پر سائرہ نے اس وقت خاموش رہنا مناسب سمجھا۔

''ہونہہ داماد میاں آپ کو اس ''خان ہاؤس'' پر بڑا فخر ہے نا دیکھنا کیسے بکواتی ہوں؟'' دلشاد بانو نے پہلے مڑ کر جلال خان کو دیکھا پھر ٹیرس پر کھڑی سفینہ پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈالی اور دل میں پکا ارادہ باندھ لیا۔

❀......❀......❀

ان دونوں کو تو ہر وقت ہنستے مسکراتے اور نان اسٹاپ بولتے رہنے کا مرض تھا، اس طرح وقت گزرنے کا احساس بھی نہ ہوتا، جتنے دن خان ہاؤس میں رہیں وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا، خوب موج مستی کی اور پھر نکاح کی تیاری، ایک اچھی مصروفیت ان کے ہاتھ لگی لیکن اب یہاں چھائی سوگواری ان دونوں کو بھی محتاط کر گئی تھی، جانے سے پہلے وہ سفینہ اور فائز کو اس غم سے باہر آنے میں مدد دینا چاہتی تھیں۔ فائز دکان جانے کے لیے تیار ہو کر گھر سے نکل رہا تھا۔

''بھائی ایک منٹ۔'' سنبل نے ٹیرس سے منہ نکال کر اسے پیچھے سے پکارا۔

''کیا ہوا؟'' اس نے پوچھا، وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی، پھر نگاہ سائرہ کے کمرے کی جانب گئی جہاں ہلچل دکھائی دی تو اشارے سے کھڑا رہنے کا بولا اور سیڑھیاں پھلانگتی نیچے اتری۔

''افوہ بلی ایسی کیا قیامت آ گئی جو مجھے روکا۔'' فائز نے سنبل کی پھولی سانسوں اور سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر چھیڑا۔

''بھائی ہم لوگ جا رہے ہیں اور آپ کو فرصت ہی نہیں۔'' سنبل نے دوسرے ہی پل فائز کے سامنے اپنا شکوہ نما مسئلہ بیان کیا تو......اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''تم لوگ ایک دن میں لوٹ رہے ہو؟'' فائز نے دکھی انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کیا مطلب؟'' سنبل کو بات فوراً سمجھ نا آئی۔

''مطلب بھی بتاؤں اب۔'' فائز نے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ میں نہیں سمجھی......'' وہ الجھن زدہ لہجے میں بولی۔

''تم دونوں بہنیں اتنی سوئیٹ ہو کہ اتنا وقت گزر گیا اور پتا ہی نہیں چلا مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ کل آئی ہو اور ایک دن یہاں گزار کر واپس جا رہی ہو۔'' فائز نے وضاحت دی۔

''بھائی......آپ بھی نا......'' سنبل کچھ جھینپ سی گئی۔

''کیوں نہ ہم سب کہیں لانگ ڈرائیو پر چلیں۔'' سنبل نے جلدی سے فرمائش کی۔

''کب چلنا ہے......؟'' اس نے منع کرنا چاہا پر سنبل کے چہرے پر پھیلی امید دیکھ کر پوچھا۔

''شام کو چلتے ہیں آپ شاپ سے جلدی آ جائیے گا بس۔'' وہ حکم دیتی ہوئی اترائی۔

''چلو ٹھیک ہے شام کو چلتے ہیں۔'' فائز نے کچھ سوچنے کے بعد اقرار میں گردن ہلائی۔

''او تھینک یو......میں سفی آپی کو بھی لے چلوں گی وہ بالکل چپ چاپ بیٹھی رہتی ہیں اس بہانے ہنس بول لیں گی۔'' سنبل نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر ایسا ہو جائے تو بہت ہی اچھی بات ہوگی۔" فائز نے سنبل کی بات غور سے سنی واقعی وہ صحیح کہہ رہی تھی۔ سفینہ ہر وقت سوگ میں ڈوبی رہتی۔ اس طرح سے باہر نکلنا اس کے حق میں اچھا ہوگا۔
"میں ان دونوں کو جا کر یہ گڈ نیوز دیتی ہوں۔" سنبل مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ فائز نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا اور سرد آہ بھری۔

※ ...... ※ ...... ※

"شرمیلا اگلے روز جب کالج سے نکل رہی تھی اسے وہی لڑکا سامنے سے آتا دکھائی دیا۔" پہلے تو دل چاہا کہ جا کر اس کا منہ نوچ لے مگر کسی وجہ سے وہ چپ چاپ راستے سے ہٹ کر چلنے لگی۔
"شکر ہے اس لڑکی پر میری باتوں کا کچھ تو اثر ہوا۔" صائمہ نے دل ہی دل میں کہا۔
"ہیلو میڈم لگتا ہے ابھی تک ہم سے ناراضگی چل رہی ہے۔" شرمیلا نے جیسے ہی گھوم کے پیچھے دیکھا وہی لڑکا اس کے عقب میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔
شرمیلا نے بھنا کر جواب دینا چاہا مگر صائمہ نے کس کر ہاتھ پکڑا اور تیز قدموں سے اسٹاپ کی جانب بڑھی مگر آج تو حد ہوگئی وہ ان دونوں کے پیچھے چل پڑا۔
"حسن واقعی اپنے اندر ہزار قیامتیں چھپائے ہوا ہے۔" پشت سے آتی آواز نے شرمیلا کو پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا اس نے گھور کر دیکھا۔
"آپ کا تو غصہ بھی کمال ہے، ہر ادا مجھے مجبور کرتی ہے۔ ورنہ یقین کریں میں اتنا بھی برا......" جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ کھلکھلایا۔
"جناب آپ کی تعریف؟" شرمیلا نے کچھ سوچا اور چہرے پر ہلکا سا تبسم بکھیر کر پوچھا۔
"ارے قابل تعریف تو آپ ہیں مجھ خاکسار کو تو نبیل علی کہتے ہیں......" وہ شرمیلا کے قریب ہو کر بولا، وہ جھینپ سی گئی مگر اگلے ہی پل سنبھل کر دور ہوئی۔
"شرمیلا پلیز یہاں سے چلو۔" صائمہ کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں اسے ٹہوکا دیا۔
"ایک منٹ ایک بات سن لیں۔" نبیل نے جلدی سے آواز دے کر روکا، اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
"یہ میرا فون نمبر ہے پلیز رکھ لو اور مجھ سے صرف ایک بار بات کر لینا۔" اس نے ہاتھ میں تھاما پرچا، اسے زبردستی تھمایا۔
"اوہ...... مسٹر اپنی اوقات میں رہو۔ میں تمہارا دماغ درست کر سکتی ہوں۔" صائمہ نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔
"پلیز میں آپ سے بات نہیں کر رہا مگر آپ کی سہیلی کی معصوم اداؤں نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے ورنہ میں بھی ایک اچھے گھر کا لڑکا ہوں۔" نبیل نے ہاتھ اٹھا کر سنگین لہجے میں صائمہ کو اس مسئلے سے دور رہنے کی وارننگ دی۔
شرمیلا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر اس لڑکے کے منہ پر تھپڑ رسید کر دے۔ جو اس کا راستہ روکے مسلسل بکواس کر رہا تھا۔
"تجھ کو اپنا نہ بنایا تو میرا نام نہیں۔" نبیل نے گنگناتے ہوئے کاغذ کا پرزہ اسے زبردستی تھمایا۔
"او میرے اللہ......" شرمیلا کو یک دم اپنے اعصاب کی طنابیں کھنچتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔
اس کی حرکت نے جیسے شرمیلا کے تن من میں آگ لگا دی تھی۔ آن ہی آن میں جیسے کسی نے اس پر بم پھوڑ دیا ہو۔ اس سے پہلے کہ صائمہ اسے روکتی اس نے ایک زناٹے دار تھپڑ نبیل کے گالوں پر جڑ دیا۔ تھپڑ کی زوردار آواز صائمہ کے

کانوں تک پہنچی۔

"اف...... یہ کیا ہوگیا۔" اس سے قبل کہ شرمیلا کچھ اور کرتی صائمہ نے اس کا بازو پکڑا اور گھسیٹتی ہوئی وہاں سے لے کر سامنے سے آنے والے رکشے کو ہاتھ دیا اور اس میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگئی نبیل اپنے گال پر ہاتھ رکھے کینہ توز نظروں سے ان دونوں کو جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

❁......❁......❁

ان لوگوں کو گھومتے ہوئے رات ہوگئی، اسٹریٹ لائٹس جل اٹھیں ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اوس کی نمی، سرور بخش رہی تھی، وہ چاروں اس موسم کو انجوائے کر رہے تھے، سفینہ کا موڈ بھی بہت دنوں بعد خوش گوار ہوا تھا۔ فائز اسے بہانے بہانے سے دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں گاڑی پر گھومتے ہوئے شہر سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اچانک ثوبیہ کو پیاس محسوس ہوئی، نیم سنسان سے علاقے سے گزرتے ہوئے، اس کے کہنے پر فائز نے گاڑی روک دی۔

"ہم سامنے سے کچھ کھانے پینے کا سامان لے کر آتے ہیں۔" سنبل نے کہا اور ثوبیہ کو اشارہ کرتی گاڑی سے اتر گئی دونوں بہنیں ایک طرف بنے کولڈ کارنر کی جانب بڑھیں۔

"یہ کون سا علاقہ ہے۔" سفینہ نے فائز سے پوچھا اور باہر جھانکا۔

"یہ علاقہ ایک سال قبل ہی آباد ہوا ہے۔" فائز نے نرمی سے جواب دیا۔

ان کی گاڑی جس طویل سڑک پر رکی ہوئی تھی اس کے ایک طرف تو بڑے بڑے ون یونٹ بنگلے بنے ہوئے تھے۔ جبکہ دوسری طرف ایک چوڑا سا نالہ تھا جس کے ساتھ بنجاروں کی بستی آباد تھی...... اس کے آس پاس فلیٹ بھی تھے اور انھی کے بیچ سے یہ سڑک گزر کر مین روڈ سے جا ملتی تھی۔

"میرا بس چلے تو میں بھی اس تنہائی میں ان بنجاروں کی طرح رہنے لگوں۔" سفینہ نے ہوا کی اٹھکیلیوں سے مسحور ہوتے ہوئے، خود کلامی کی۔

"آئیڈیا تو برا نہیں لیکن کیا تم ساری سہولتوں کے بغیر یہاں رہ سکو گی؟" فائز نے چہرے پر مسکینیت طاری کرتے ہوئے پوچھا تو وہ بے اختیار مسکرا دی۔

"مشکل تو ہے مگر ناممکن نہیں۔" سفینہ نے اپنے پیروں میں سے نازک سینڈل اتاری اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی، اس کی نگاہیں دور تک پھیلے سبزے کی تراوٹ محسوس کر رہی تھیں۔

"رکو...... ایسے ننگے پاؤں نہ چلو کوئی کیڑا وغیرہ نہ کاٹ لے۔" فائز نے سفینہ کو ایسے ہی چہل قدمی کرتے دیکھا تو پکارا، ثوبیہ اور سنبل ہاتھ میں جوس کے ڈبے اور برگر تھامے پلٹ رہی تھیں مسکرا کر سفینہ کی حرکت کو دیکھا۔

"فائز، یہاں مکین غریب لوگ بھی تو ایسی ہی لائف اسٹائل کے عادی ہیں ان بیچاروں کو بھی تو تمام صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا۔" اس کی آنکھوں میں سوچوں کے سمندر ہلکورے لینے لگے۔

"ہاں سفینہ ہمارے ملک میں دولت کی غیر مساویانہ تقسیم نے بڑے عجیب حالات پیدا کر دیئے ہیں امیر حد سے زیادہ امیر اور غریب بد سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ یہ سارے حالات دیکھتے ہوئے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ شاید کبھی ہمارے وطن کے حالات بھی بدل پائیں۔" فائز کے وجاہت سے بھرپور چہرے پر امید کی کرنیں نمایاں ہوئیں۔

"یقیناً ایسا ہی ہوگا۔" سفینہ نے بڑے اعتماد سے کہا اور ترچھی نظروں سے گھاس پر بیٹھے بچے کو دیکھا۔

"فائز ذرا سامنے تو دیکھو۔" سفینہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو مجبوراً وہ بھی اس کے ساتھ ہولیا۔

مریم خالد خان

میری طرف سے محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ مجھے مریم خالد خان کہتے ہیں کاسٹ ہماری خان ہے اور زبان ہماری ہندکو ہے ایبٹ آباد کے رہنے والے ہیں لیکن مما اور پاپا کی جاب کی وجہ سے اسلام آباد میں رہتے ہیں میری مما ٹیچر ہیں اور پاپا پولیس آفیسر ہیں اگر پذیرائی ملی تو ان شا اللہ تعالیٰ دوسرے سلسلوں میں بھی شرکت کرتی رہوں گی۔ 22 جون 1995 کو اس دنیا میں تشریف لائی۔ اسٹار میرا سرطان ہے، جس کی خوبیاں اور خامیاں کچھ کچھ مجھ میں پائی جاتی ہیں ہم چار بہنیں اور ایک بھائی ہے میرا پہلا نمبر ہے اور بڑی ہونے کی وجہ سے میری زیادہ مانی جاتی ہے۔ انعم، ماہم، ہمنہ میری پیاری بہنیں ہیں اور عثمان میرا پیارا بھائی ہے۔ میں سیکنڈ ایئر کے پیپر زدے کر آج کل رزلٹ کے انتظار میں ہوں آنچل کو میں نے 9 کلاس سے پڑھنا شروع کیا اور اب تک یہ ایک مخلص دوست کی طرح میرے ساتھ ہے مجھے آنچل کی رائٹرز سمیرا شریف طور، نازیہ کنول نازی، عفت سحر طاہر اور راحت وفا پسند ہیں مجھے ہنستے مسکراتے اور مخلص لوگ پسند ہیں خوش مزاج بہت ہوں اسی لیے بڑوں اور بچوں سب سے دوستی ہو جاتی ہے میری دوستیں مجھے بہت پیاری ہیں میری دوستوں میں صبا مریم، سمیرا شریف، اقراء کفیل اور لبنیٰ سرفراز شامل ہیں آنچل کی ریگولر قارئین سدرہ ملک، شاہ زندگی، حمیرا عروش، سارہ یہ چوہدری آپ سب مجھے بہت اچھی لگتی ہو آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں میری دوستی قبول ہے تو دوست کے پیغام میں مجھے جواب دیجیے گا۔ میں بہت رحم دل ہوں دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دیتی ہوں شرارتی بہت زیادہ ہوں سب کلرز میرے فیورٹ ہیں لباس میں شلوار قمیص اور ساڑھی پسند ہے مجھے سب موسم پسند ہیں کھانے میں مجھے ہر ذائقہ دار چیز پسند ہے دنیا گھومنے کا بہت شوق ہے پسندیدہ ایکٹر میں شان اور احسن خان پسند ہیں ایکٹرس میں صبا قمر اور یمنیٰ زیدی اچھی لگتی ہیں سنگر میں مجھے سجاد حیدر، راحت اور عابدہ پروین پسند ہیں پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پسندیدہ کتاب قران مجید ہے آپ کو میرا تعارف کیسا لگا۔ اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ

"یہ بچہ...... کیسے...... اتنی...... سوکھی روٹی کھا رہا ہے؟" سفینہ کے لہجے میں رنج پھیل گیا، کونے میں آلتی پالتی مارے، پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس وہ چار سالہ بچہ اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا پھپھوندزدہ روٹی کا ٹکڑا چوس رہا تھا۔

"او مائی گاڈ۔" سنبل اور ثوبیہ بھی اس کے قریب پہنچ گئیں، ایسی غربت دیکھ کر اضطراب ان سب کے وجود سے جھلکنے لگا۔

"یہ بچے...... کس طرح کی زندگی گزارتے ہیں تیز گرمی، کبھی سردی کی شدت اور بارشوں میں تو ان کی بوسیدہ جھونپڑیاں بھی ان لوگوں کی حفاظت کرنے میں ناکام رہتی ہوں گی۔" سفینہ نے بچے کے چہرے پر طاری بے چارگی کو دیکھا، جس نے ان سب کو اپنے قریب کھڑا دیکھ کر روٹی دامن میں چھپالی، شاید چھیننے کا ڈر ہو۔

"یہ سب تم رکھ لو۔" سفینہ نے سنبل کے ہاتھوں میں تھاما کھانے پینے کی اشیاء سے بھرا شاپر لیا اور بچے کے قریب رکھ دیا اور وہاں سے بھاگتی ہوئی گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔

"بیٹا یہ بھی لے لو۔" سنبل نے اپنی جینز کی جیب سے بہت ساری چاکلیٹ نکالی اور اسے تھمائی۔

"چلیں...... فائزہ واپسی کے لیے مڑا تو ان دونوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

بچہ پہلے تو حیران ہوا پھر ڈرتے ڈرتے شاپر میں جھانکا اتنی ساری کھانے کی چیزیں ایک ساتھ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں تارے جگمگا اٹھے۔

"ارے آج تو تمہاری پسند کی چکن ملائی ہانڈی پکائی ہے چلو مل کر کھانا کھاتے ہیں۔" دلشاد بانو، فائز اور سائرہ کے ساتھ چہکتی ہوئی ڈائننگ ہال کی طرف بڑھیں۔

"واقعی نانی آپ کو میرا خیال آ گیا کتنے دنوں بعد مزے دار ہانڈی کھانے کو ملے گی۔" فائز نے ڈائننگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ارے بچے مجھے کہاں یہ نئے انداز کے کھانے پکانے آتے ہیں۔" دلشاد نے بیٹی کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں کہا۔

"ہاں تو" سائرہ جو سلاد میں سے کھیرا اٹھا کر کتر رہی تھیں، ایک دم مسکرا کر ماں کی تائید کی۔

"اچھا پھر کیا سفینہ نے کھانا پکایا ہے۔" جلال خان جو ٹیبل پر کھانے کے منتظر تھے، بیوی کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بھئی۔" سائرہ نے تردید کرتے ہوئے اپنی ناگواری چھپائی۔

"انکل آج آپ میرے ہاتھ کی پکی ہوئی مشہور زمانہ ملائی ہانڈی کھائیں۔" ایک دم کچن کی طرف سے ٹرے میں مٹی کی ہانڈی رکھے شرمیلا چہکتی مہکتی، ڈائننگ روم میں داخل ہوئی۔ کمرے میں تھوڑی دیر کو ناگوار سی خاموشی چھا گئی۔

"آ جاؤ بیٹا...... کھانا ٹیبل پر لگاؤ سب کو بھوک لگ رہی ہے۔" سائرہ نے مسکرا کر اسے اجازت دی۔

"ہاں بھئی اس کے ہاتھ میں بڑا ذائقہ ہے۔" دلشاد بانو نے سراہنے کے لیے کلی پھندنے لگائے۔

"آج شرمیلا نے میری فرمائش پر یہاں آ کر خاص طور پر یہ ہانڈی پکائی ہے۔ جو میں نے پچھلی دفعہ اس کے گھر پر کھائی تھی۔" سائرہ نے اس کی ہمت بندھاتے ہوئے اصل بات بتائی۔

"آنٹی آپ خود اتنی اچھی ہیں کہ بس......" اس نے جلدی جلدی میز سجاتے ہوئے پیار سے کہا۔

"فائز...... تم کس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو؟ پلیٹ میں سالن نکالو" سائرہ کی نظریں بے اختیار بیٹے کی جانب اٹھیں، جو ایسے ہی ساکت بیٹھا تھا۔

"ابھی دل نہیں چاہ رہا۔" فائز کا دل ایک دم اچاٹ ہوا، اس نے تیز نگاہوں سے شرمیلا کو دیکھا، جو اس کی جانب چمچہ بڑھا رہی تھی وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

"اچانک کیا ہو گیا۔ ابھی تو بہت بھوک لگ رہی تھی۔" دلشاد بانو طنز کرنے سے باز نہیں آئیں۔ فائز نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"فائز...... طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" جلال خان اسے خاموش سا دیکھ کر پریشان ہونے لگے۔

"نہیں بس یونہی اچانک بھوک مر گئی۔" فائز نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے ماں کی جانب شکایتی نظروں سے دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو کوئی بات نہیں بعد میں کھا لینا مگر ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔" جلال خان بیٹے کی کیفیت سمجھ گئے۔ بے فکری سے کہتے ہوئے پلیٹ پر جھک گئے۔ فائز دوبارہ بیٹھ گیا۔

"بیٹی تم بھی کھانا کھا لونا۔" سائرہ نے پیار سے شرمیلا کو دیکھ کر کہا، جس کا حسن فیروزی سوٹ میں پھوٹا پڑ رہا تھا۔

"نہیں آنٹی میں بعد میں کھا لوں گی۔" شرمیلا مستعدی سے کھانا سرو کرتے ہوئے بولی۔

"کیوں بعد میں کیوں؟" جلال خان نے چونک کر پوچھا۔

"وہ انکل پہلے سب گھر والے اچھے سے کھا لیں نا......" شرمیلا نے فائز کو دیکھتے ہوئے کچھ زیادہ ہی اپنائیت کا اظہار کیا۔

"کتنی عجیب سی بات ہے کہ تم مہمان ہوکر کھڑی رہو اور ہم سب کھانا کھالیں اچھا نہیں لگتا۔" جلال خان کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ "چلو تم بھی جلدی سے بیٹھ جاؤ۔" جلال خان نے اسے سوچ میں گم دیکھا تو دوبارہ اصرار کیا۔ سائرہ اور دلشاد بانو چپ چاپ دیکھ رہی تھیں۔

"جی اچھا۔" وہ خاموشی سے کونے والی کرسی پر بیٹھ گئی اپنے جذبے یوں طشت ازبام ہوجانے پر بری طرح ٹپٹا گئی تھی۔

"بھئی شرمیلا مزہ آگیا جیتی رہو۔" جلال خان نے آخری لقمہ منہ میں رکھنے کے بعد اسے سراہا۔

"تھینک یو انکل۔" وہ ایک دم خوش ہوئی۔ کمرے کے ماحول میں جو کبیدگی پھیلی ہوئی تھی اس میں کچھ کمی آئی۔

"سائرہ یہ ناانصافی ہے کہ بچی اتنی دور سے یہاں آکر کھانا پکانے میں جت جائے۔" جلال خان نے بیوی کو تنبیہی نگاہوں سے گھورا۔

"ہاں یہ تو حق بات کی آپ نے مگر اب مجھ سے کہاں اتنی محنت ہوتی ہے۔" سائرہ نے خوش دلی سے پانی سے بھرا گلاس شوہر کے سامنے رکھتے ہوئے ہاں میں ہاں ملائی۔

"لگتا ہے داماد جی پر بھی شرمیلا کا جادو چل گیا۔" دلشاد بانو نے کھانا کھاتے ہوئے خوش ہوکر سوچا۔

"کیا اس ہانڈی میں کوئی جادو تھا جو کھاتے ہی پاپا ایک دم بدل گئے۔" فائز نے ہراساں ہوکر شرمیلا کے کھلے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

"بس تو اس مسئلہ کا حل میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔" جلال خان نے توتھ پک اٹھائی اور سسپنس پھیلایا۔ سب کی نگاہیں ان پر جم گئیں اور وہ اس لمحے سے لطف اندوز ہونے لگے۔

"آپ کیا کرنے والے ہیں۔" سائرہ کے پیٹ میں ابال اٹھا۔

"بھئی سیدھی سی بات ہے اگلی دفعہ جب شرمیلا یہاں آئے گی تو آرام سے بیٹھ کر ہماری بہو کے ہاتھوں کا پکا کھانا کھائے گی۔" جلال خان کا قہقہہ ان کے دلوں پر گھونسے کی طرح پڑا۔

"واہ پاپا......! خوش کردیا۔" فائز نے چونک کر باپ کی بات سنی اور ایک دم مسکرایا۔ "سفینہ ویسے بھی بہت لذیذ کھانے پکاتی ہے۔" انہوں نے چہکتے ہوئے بھتیجی کی تعریف کی۔

"کیا مطلب ہے جی......؟" سائرہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا، شرمیلا کے فق چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی آسان سی بات ہے تم بھی کام کر کرکے تھک جاتی ہو مہمان بے چاروں کو یہاں آکر اپنی مدارت کے لیے خود کچن میں لگنا پڑتا ہے۔" وہ ساس اور بیوی کی جانب دیکھتے ہوئے بڑے شوخ انداز میں بولتے ہوئے کچھ دیر کو رکے۔ پانی کا ایک گھونٹ بھرا۔

"ان کے دماغ میں اب کیا چل رہا ہے۔" ماں بیٹی نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے نگاہوں میں سوال کیا۔

"اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ......اب ان دونوں کا نکاح کرنے کی جگہ سیدھے سیدھے شادی ہی کردیتے ہیں۔" جلال خان نے گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے ایک بڑا دھماکہ کر ڈالا۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)